Scanned by CamScanner

6282

پادری ایم-اسمٰعیل

کے

حالاتِ زندگی ۱۸۳۶ء تا ۱۸۷۳ء

تحقیق و تدوین

بشپ ولیم جی ینگ

مترجم

جیکب سموئیل شنوا (ایم اے)

ناشرین

سیالکوٹ ڈایوسیس چرچ آف پاکستان سیالکوٹ

فہرستِ تصاویر و نقشہ جات

تعارف

پادری ٹامس ہنٹر چرچ آف سکاٹ لینڈ کی طرف سے پنجاب میں پہلے مشنری تھے۔ وہ جنوری ۱۸۵۷ء میں سیالکوٹ پہنچے۔ اپنی آمد کے تھوڑی دیر بعد انہوں نے لکھا۔

"ہم قیمتی بیج اٹھائے روتے ہوئے جاتے ہیں (زبور ۱۲۶ : ۶)۔ شاید ہمارا کام بیج بونا ہی ہو۔ شاید اس دنیا میں ہم کسی ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے نہ کہہ سکیں کہ یہ ہماری کوششوں سے ایمان لایا۔ ممکن ہے کہ ہندوستان (برصغیر پاک و ہند) میں ہمارا فصل کاٹنے کا وقت ختم ہی ہو چکا ہو۔"

یہ الفاظ پیشین گوئی ثابت ہوئے۔ تقریباً پانچ ماہ کے بعد پادری ہنٹر، ان کی اہلیہ جین اور ان کے ننھے بیٹے ٹامس کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ اس وقت تک پنجاب میں ابھی ایک فرد بھی مسیح کے پاس نہیں لایا گیا تھا۔ لیکن اس سے ایک سال پہلے ہندوستان (برصغیر پاک و ہند) میں بہت عمدہ "فصل کاٹی" گئی تھی۔ ان دنوں بمبئی میں جن نومسیحیوں نے بپتسمہ لیا، اُن میں محمد اسمٰعیل بھی شامل

تھے ۔ اُنہیں نومبر ۱۸۶۹ء میں ہنٹر میموریل چرچ سیالکوٹ میں بطور مخصُوص شدہ پادری تعینات کیا گیا ۔ اِن کی خدمت کے چار سال بھی پُورے نہیں ہُوئے تھے کہ پادری اسمٰعیل کو ٹایفائڈ (معیادی بخار) ہوگیا اور وُہ گجرات میں وفات پا گئے ۔ گجرات کے سول قبرستان میں اُن کے کتبہ پر یُوں درج ہے ۔

یادگاری

پادری محمد اسمٰعیل کی
جو اکتوبر کی ۱۶ تاریخ ۱۸۷۲ء سو گئے
۳۷ سال کی عمرُ
"اُن کے ایمان کی پیروی کرو" عبرانیوں ۱۳/۷

میری بہت دیر سے آرزُو تھی کہ پادری محمد اسمٰعیل کے حالات کی تحقیق کرُوں اور پنجاب کے مسیحیوں کے درمیان ان کی یاد تازہ رکھنے کے لیئے کُچھ کرُوں ۔ ۱۹۷۶ء میں بمبئی میں چرچ ہسٹری ایسوسی ایشن آف انڈیا کی کانفرنس ہُوئی ۔ وہاں مَیں نے اِس موضوع پر ایک مقالہ پڑھا جو بعد میں اختصار کے ساتھ انڈین چرچ ہسٹری ریویو کے اپریل ۱۹۷۷ء کے شمارہ میں شائع ہُوا اور اِس کے تھوڑے عرصہ بعد "المشیر" میں پُورا مقالہ چھپا ۔ مجھے کہا گیا کہ مَیں اُسے آسان زبان

میں لکھوں تاکہ اُردو میں ترجمہ کیا جا سکے۔ اب جبکہ میں سکاٹ لینڈ میں کلیسیائی خدمات سے سبکدوش ہو چکا ہوں تو مجھے یہ خدمت پوری کرنے کا موقع مِلا ہے۔

اِس کہانی کو نئے سِرے سے لکھتے ہوئے میں نے ریکارڈ کی شہادتوں سے کچھ نتائج اخذ کئے ہیں۔ اِس سلسلے میں میں نے بعض مقامات پر بڑے یقینی انداز میں بات کی ہے۔ کہ جو کچھ ہُوا وہ کیوں ہُوا۔ اگر کوئی چاہے تو ان نتائج کا موازنہ ان شواہد سے کر سکتا ہے، جو "المشیر" میں اقتباسات اور حواشی کی صُورت میں دیئے گئے ہیں۔

اِس کہانی کا آغاز اُس وقت سے ہوتا ہے جبکہ چرچ آف سکاٹ لینڈ پنجاب مشن ابھی اپنے ابتدائی دَور میں ہی تھا اور اِس کا اختتام اُس عظیم دَور کے شروع ہونے سے دس سال سے کچھ زیادہ عرصہ پیشتر ہُوا جب کہ مقامی کلیسیا نے بے حد ترقی کرنی شروع کر دی تھی۔ یہ عرصہ بڑا دلچسپ تھا کیونکہ اِن دنوں مشنری صاحبان مختلف طریقے آزما رہے تھے اور "پالیسی" اختیار کرنے کے سوال پر کافی بحث و تمحیص ہو رہی تھی۔ اِس دوران اُن سے کافی غلطیاں بھی سرزد ہوئیں اور لوگوں نے اُن کی غلطیوں سے کافی سیکھا بھی۔ لیکن سب لوگ چرچ آف سکاٹ لینڈ فارن مشن کمیٹی کے پادری ڈاکٹر نارمن مکلوڈ کی مانند دلیر نہیں تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

"میں وہ دِن دیکھنے کا آرزو مند ہوں جب دیسی کلیسیائیں اِس لائق ہوں گی کہ سارے یورپین مشنری اِن کے انتظامات سے دستبردار ہو جائیں۔ ابھی وہ دِن نہیں آیا۔ مگر ہمیں

پوری تندہی سے کوشش کرنی چاہیئے کہ وُہ دن جلد آئے۔

تاہم۔ پادری محمد اسمٰعیل کو ۱۸۶۹ء میں چرچ آف سکاٹ لینڈ کا باضابطہ مشنری اور ہنٹر میموریل چرچ کا پاسٹر مقرر کرنا ایک دلیرانہ قدم تھا۔ اور یہ اُن کے بلند کردار پر دلالت کرتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں بڑی دیانتداری سے اس حقیقت کا بھی سامنا کرنا چاہیئے کہ نہ تو پادری محمد اسمٰعیل اور نہ اُن کے ہمخدمت مشنری ہی اپنے کردار میں کامل تھے یا وُہ ہمیشہ ہی اپنی آراء اور پالیسیوں میں درست تھے۔ وُہ ہماری طرح انسان تھے۔ اس لئے ہمیں نہ تو اُنہیں مثالی قرار دینا چاہیئے اور نہ اُن کی غلطیوں کو چھپانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس کہانی میں انسانی کمزوریاں مثلاً ضد بازی نسلی تعصب اور ساتھ ہی کلیسیائی نظم و ضبط اور تعلیمی پالیسیوں کے بارے میں سنجیدہ اختلافات نے بھی اپنا کردار ادا کیا ہے۔ یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ ان معاملات میں پادری جیمز لینگ اور ڈاکٹر جان ہچیسن کی آراء اور کردار کا ٹکراؤ پادری محمد اسمٰعیل کے ساتھ ہُوا۔ لیکن ہمیں اپنی امتیاز کرنے کی قابلیت سے ہاتھ دھو نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ یہاں ہمیں اس محبت اور اعتماد کو جو پادری ہنٹر اور اُن کی اہلیہ اور پادری رابرٹ پیٹرسن نے پادری اسمٰعیل کے لئے دکھایا اور اس اعتراف کو بھی جو پادری جان ینگسن نے اُن کی جرأت اور کامیابی پر کی یاد رکھنا چاہیئے۔ جہاں تک ہو سکا میں نے محمد اسمٰعیل کے اپنے الفاظ کا اقتباس کیا۔ انہیں نہ تو مریدی کے دنوں میں اور نہ پادری بننے کے بعد کبھی سکھ چین نصیب ہُوا۔ وُہ کامل تو نہیں تھے تاہم وُہ ایک عظیم انسان اور

ایک عظیم مسیحی تھے ۔ اِن کی مختصر اور متحرک زِندگی سے ایک ایسا کردار اُجاگر ہوتا ہے جسے آج کل کے مسیحیوں کے لئے تقویّت کا باعث بننا چاہیئے ۔

آخر میں مَیں مِس کلیر میکنٹوشی کا بھی شکریہ اَدا کرنا چاہتا ہوں، جنہوں نے پرانی تصویروں سے تصویریں بنائیں ۔

ولیم جی ۔ ینگ
نارتھ کیسک سکاٹ لینڈ، ۱۹۸۶ء
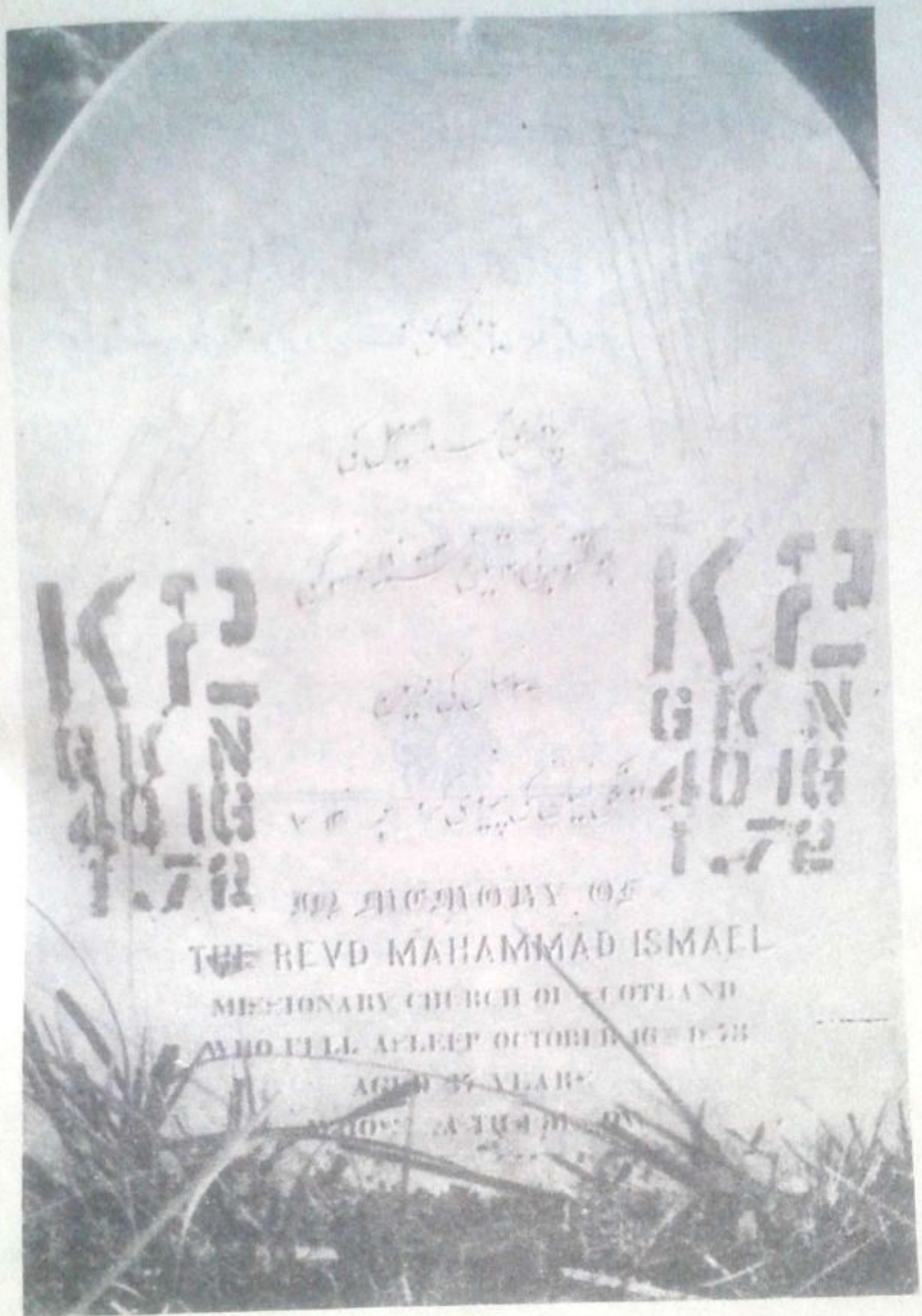
محمد اسمٰعیل کی قبر کا کتبہ

پہلا باب

بمبئی - مسیحیّت کو قبول کرنا اور بپتسمہ

۱۸۳۶ء تا ۱۸۵۶ء

پادری ڈامس ہنٹر

محمد اسمٰعیل ۱۸۳۶ء میں بمبئی میں پیدا ہوئے ۔ اُن کا تعلق ایک سیّد گھرانے سے تھا ، ڈاکٹر ٹینگسن لکھتے ہیں کہ "وہ ایک پُرجوش جذباتی طبیعت کے مالک تھے جو عربوں کا خاصہ ہے "، مگر خُدا کے کلام کی قدرت سے اُن میں وہ پختگی

آئی کہ "اُن کے ہوش میں دانائی اور اُن کے مزاج میں قابلِ تعریف خود انکاری اور جاں نثاری اور پاکبازی پیدا ہو گئی۔" اُن کا باپ قطب الدین کٹّر مسلمان تھا۔ اُن کی تعلیم و تربیت ایک ایسے ماحول میں ہوئی جس میں مسیحیت کی بیحد مخالفت کی جاتی تھی۔ انہوں نے قرآن شریف اور کئی ایک فارسی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اُردو زبان پر عبور حاصل کیا۔ وُہ مسیحیوں اور مسیحی ادب سے ہمیشہ دُور دُور رہتے تھے۔ لیکن اسلامی کتابوں میں جو باتیں یسوعؔ المسیح کے بارے میں لکھی تھیں، وُہ اُن سے بہت متاثر تھے۔

"اِن کتابوں میں بیان شدہ یسوعؔ کی خود انکاری اور بے لوث کردار نے تو مجھ پر جادو کر دیا۔ مَیں چاہتا تھا کہ اپنی زندگی میں اُس نمونہ پر عمل کروں۔"

لیکن ساتھ ہی وُہ مسیحیوں پر سخت نکتہ چینی اور تنقید کیا کرتے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ وُہ برطانوی جن سے ان کو بمبئی میں واسطہ پڑتا ہے، وُہ اُس شخصیت کے معیار سے جس کی پیروی کرنے کا وُہ دعوٰی کرتے ہیں، کوسوں دُور ہیں۔

اسمٰعیل بہت ہونہار طالب علم تھے۔ اُن کی دادی کو صاف نظر آتا تھا کہ اگر اِس بچّہ کو معاشرہ میں کوئی مقام اور اچھی نوکری حاصل کرنا ہے تو اُسے انگریزی پڑھنی ہوگی۔ مگر اُن کے والد قطب الدین انہیں انگلش میڈیم اسکول میں بھیجنے کے سخت مخالف تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ اِس طرح اُن پر مسیحیت کا اثر ہو جائے گا، لیکن بالآخر دادی کی بات ماننی پڑی اور انہیں گورنمنٹ سکول میں داخل کرا دیا۔ بعد میں انگریزی کی تعلیم کے اعلیٰ معیار کے پیشِ نظر انہیں چرچ آف سکاٹ لینڈ سکول بھیج دیا گیا۔ اِس سکول کا نام "جنرل اسمبلی کا ادارہ" تھا۔ سکول

میں ہندو اور پارسی طلباء کی اکثریت تھی مگر چند ایک مُسلمان بھی تھے۔ اُن میں سے ایک کا نام نصر اللہ تھا۔ جو شکار پور، سندھ کے ایک دیہات سے تعلق رکھتا تھا مگر اس کے خاندان نے بمبئی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ نصر اللہ عُمر میں اسمٰعیل سے تین سال بڑے تھے۔ وُہ ۱۸۵۴ء میں اِس سکول میں داخل ہُوئے تھے اور مسیحی ایمان میں بڑی سنجیدگی سے دلچسپی لیتے تھے۔ سکول میں بائبل سٹڈی لازمی تھی، لیکن شرُوع شرُوع میں اسمٰعیل بائبل مُقدّس پر بے حد تنقید اور اعتراضات کیا کرتے تھے۔ ۱۸۵۵ء کے واخر میں اِس سکُول کے انچارج مشنری کی صحّت خراب ہو گئی اور اُنہیں سکاٹ لینڈ واپس جانا پڑا۔

یہی موقع تھا کہ دسمبر ۱۸۵۵ء میں پادری ٹامس ہنٹر اور اُنکی اہلیہ بمبئی پہنچے۔ اُنہیں آگے پنجاب جانا تھا جہاں اُنہیں توقع تھی کہ چرچ آف سکاٹ لینڈ کے تبلیغی کام کے لئے ایک نیا میدان تیار کیا جا سکے گا۔ لیکن فارن مشن کمیٹی نے اُن سے درخواست کی کہ وُہ عارضی طور پر بمبئی کے ادارہ کا انتظام سنبھالیں۔ پادری ہنٹر نے یہ پیش کش ان الفاظ کے ساتھ قبول کی "جب تک مَیں ہندوستان کے اِس حصّہ میں ہوں۔ ایسی محنت اور لگن سے کام کروں گا جیسے یہی میرے دائرہِ کار کا مرکز ہے"۔ مئی ۱۸۵۶ء میں مدراس سے پادری جے شیرف بھی ہنٹر سے آ ملے، اور دونوں اکتوبر کے وسط تک اکٹھے کام کرتے رہے۔ پھر پادری ہنٹر نے ساری ذمّہ داری پادری شیرف کے سپُرد کر دی۔

پادری ہنٹر کے آنے سے سکُول کے ماحول میں زبردست تبدیلی آئی۔ وُہ شخصی بشارت میں بڑے جوشیلے اور مخلص تھے۔ یہ بھی سچ ہے کہ جب

پہلے پہل نصراللہ نے اُن سے مل کر کہا کہ مَیں مسیحی ہونا چاہتا ہُوں تو وُہ بالکل متاثر نہ ہُوئے۔ لیکن بعد میں نصراللہ نے ایک بائبل مُقدّس کی پُوری قیمت ادا کر کے ثابت کیا کہ میں اِس معاملہ میں بالکل سنجیدہ ہُوں۔ چنانچہ ہنٹر نے مارچ ۱۸۵۶ء میں اُنہیں بپتسمہ کے امیدواروں میں شامل کر لیا۔

جولائی میں نصراللہ نے اپنے دوستوں اور خاندان کو بتا دیا کہ مَیں مسیحی ہونا چاہتا ہُوں۔ تبیں ان کے غیض و غضب سے ڈر کر وُہ ادارہ میں آ کر پناہ گزین ہو گئے۔ ۱۹ جولائی کو وُہ اور شریف اکیلے تھے کہ نصراللہ کے کوئی بیس دوست ادارہ میں آ گئے۔ شریف نے ان کا غصّہ فرو کرنے کی بہت کوشش کی، مگر بے سُود۔ اُنہوں نے دونوں پر حملہ کر دیا اور اُنہیں گھسیٹتے ہُوئے پھاٹک تک لے گئے۔ لیکن اِسی دوران ہنٹر پولیس کی مدد حاصل کرنے جا چکے تھے، اور یہ مدد عین وقت پر وہاں آ پہنچی۔ بہر حال ۲۸ جولائی کو نصراللہ کو بپتسمہ دے دیا گیا۔

اِسی دوران سکول میں اسمٰعیل کی حیثیت بدل گئی تھی۔ دراصل وُہ اب نصراللہ کے اُستاد بن گئے تھے۔ جنوری ۱۸۵۶ء کے شروع میں چار مُسلمان طلباء کی طرف سے ہنٹر کو ایک درخواست پیش کی گئی کہ ہمیں اُردو پڑھانے کے لئے ہماری ذات برادری کے کسی شخص کو مقرّر کیا جائے۔ ہنٹر کو اچھی طرح معلُوم تھا کہ ان میں اسمٰعیل اُردو کے اچّھے عالم ہیں۔ لہٰذا انہوں نے اُنہیں اُردو مُعلّم کے طور پر تعنیات کر دیا۔ سکول کے سارے اساتذہ کو بائبل مُقدّس پڑھانی ہوتی تھی، اِس لئے اُن سے بھی توقع کی جاتی تھی کہ بائبل مُقدّس پڑھائیں۔ اب ہنٹر کے کردار اور جوش و خروش کے زیرِ اثر بائبل کے بارے میں اُن کے رویّہ میں تبدیلی

Scanned by CamScanner

آ رہی تھی ۔

سکُول کے ساتھ ہنٹر کا تعلق باعث برکت ثابت ہُوا ۔ اُن کی کامل مسیحی تعلیم، مخلص رویّہ، ہر کام اور ہر بات میں انجیل کی نجات بخش تعلیم کا اظہار، ان سب باتوں نے مل کر سکول کے اندر اور باہر مذہبی بحثوں کو ایک عجیب مگر مفید رنگ دے دیا تھا۔"

ہنٹر مباحثہ پسند شخص تھے ۔ اُن کا ایمان تھا کہ نجات صرف مسیح کے وسیلہ سے ہے اور اسلام کے دعووں کے خلاف بحث کرنے کو ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے، لیکن اُن کی شخصیت بحث پسندی سے کہیں بالاتر تھی، ان میں ایسی محبّت اور خلوص تھا کہ لوگ خود بخود ان کی طرف مائل ہوتے اور قائل ہو جاتے تھے ۔ بہت جلد اسمٰعیل بھی ذہنی اور عقلی طور سے قائل ہو گئے کہ مسیحیت حق بجانب ہے ۔ وُہ خود کہتے ہیں کہ

"مجھے گھر چھوڑنے اور مسیح کے گھرانے میں شامل ہونے پر مائل کرنے کے لئے یہ کافی نہ تھا ۔ مگر رُوح القدس میری مدد کو آیا ۔ اُس کے پاک اثر کے تحت مَیں نے محسُوس کیا اور دیکھا کہ مَیں بالکل بے بس اور لاچار ہوُں اور مجھے مسیح نجات دہندہ کی ضرُورت ہے ۔ اور میری رُوحانی فلاح و بہبُود کے لئے ضرُوری ہے کہ مَیں علانیہ اُس کا اقرار کرُوں ۔"

جب اسمٰعیل نے اپنے خاندان کو بتایا کہ مَیں نے مسیح کو قبُول کر لیا ہے، تو اُن میں بے حد جوش و خروش پیدا ہُوا ۔ وُہ پہلا کونکانی مُسلمان تھے جو مسیحی ہوُئے ۔ اُنہوں نے اِسے بہت سمجھایا کہ اسلام میں واپس آ جائیں

مگر ناکام رہے۔ اب اُنہوں نے کئی ایک عالم مولویوں کو بُلایا کہ اُنہیں قائل کریں کہ اسلام مسیحیت سے اعلیٰ و افضل ہے اور کہ قرآن مجید بائبل سے زیادہ الہامی کتاب ہے۔ چند دِنوں تک مشن ہاؤس میں کھلا مباحثہ اور مناظرہ ہوتا رہا، مگر اُس کا اثر صرف یہ ہُوا کہ اسمٰعیل اپنے نئے ایمان میں اور بھی مضبوط ہو گئے اُن کے خاندان نے اُن پر حملہ کرنے کی کوئی کوشش نہ کی مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ ہم اسمٰعیل کے ایمان کو ہلا نہیں سکتے تو اُنہیں گھر سے نکال دیا۔ وُہ خود کہتے ہیں کہ

"میرے خیال میں آپ یہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ اِس مُلک میں ایک باعزّت آدمی کو اپنا گھر چھوڑ کر مسیح کے گھرانے کی رُکنیت اختیار کرنے پر کیا کیا مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اُن تمام مصائب اور آلام میں انجیل کے بیش بہا الفاظ ہی اُسے تسلّی دیتے اور اُس کے بوجھ کو ہلکا کرتے ہیں، ورنہ وُہ اِس بوجھ تلے دَب کر رہ جائے۔ میرا خوشگوار تجربہ ہے کہ جُونہی زندگی میں مسیح داخل ہوتا ہے تو بغیر کِسی کشمکش اور مزاحمت کے تمام دُنیاوی چیزیں رخصت ہو جاتی ہیں۔ ہر چیز نئی ہو جاتی ہے اور مسیح زندگی کا سرچشمہ اور تسلی اور اطمینان کا منبع بن جاتا ہے۔"

اسمٰعیل نے ۲۱ اگست ۱۸۵۶ء کو بپتسمہ لیا۔ اُس موسم گرما میں شبرف اور ہنٹر نے سات اور نَومریدوں کو بپتسمہ دیا۔ اُن میں سے صرف دو یعنی نصراللہ اور محمد اسمٰعیل کا تعلق اسلام سے تھا۔ یہ واقعی "فصل کاٹنے" کا عجیب موقع تھا۔ لیکن ہنٹر کو یقین تھا کہ میری بُلاہٹ

پنجاب کے لئے ہے ۔ جب وُہ اکتوبر میں بمبئی سے روانہ ہُوئے تو محمد اسمٰعیل بڑی خُوشی سے اُن کے ساتھ جانے پر آمادہ ہو گئے ۔

اِس سفر میں تین مہینے لگے ۔ پہلے وُہ سمندر کے راستہ کراچی چلے آئے اور پھر سڑک اور دریا کے راستہ مُلتان اور جہلم ہوتے ہُوئے جنوری ۱۸۵۷ء کے وَسط میں سیالکوٹ پہنچے ۔

دُوسرا باب

سیالکوٹ ۔ مصائب اور وفاداری

۱۸۵۷ء تا ۱۸۵۹ء

امریکن یونائیٹڈ پریسبیٹرین مشن نے پہلے ہی سیالکوٹ میں کام شروع کر رکھا تھا ۔ اُن کا مشن ہاؤس، شہر کے جنوب میں حاجی پورہ میں تھا ۔ پادری ہنٹر نے چھاؤنی میں رہائش اختیار کی ۔ چھاؤنی شہر کے شمال میں واقع ہے ۔ اِس کی ایک دُوسری کو زاویہ قائمہ پر کاٹتی ہُوئی متوازی سڑکیں جو کافی حد تک آج بھی اُسی طرح موجُود ہیں ۔ جس بنگلہ میں ہنٹر کے خاندان کا قیام تھا آج بھی دیکھا جا سکتا ہے ۔ یہ ۸۷ قائداعظم روڈ پر واقع ہے ۔ اِس کے بالکل سامنے اینگلیکن کلیسیا کا پُرشکوہ ذوحی گرجا گھر نیا نیا تعمیر ہُوا تھا ۔ ۳۰ جنوری کو مدراس کے بشپ ڈیلٹری نے اِس ہولی ٹرنٹی چرچ کی تقدیس کی ۔ ممکن ہے کہ ہنٹر اور اُن کی اہلیہ اِس رُوح پرور عبادت میں بھی شامل ہُوئے ہوں ۔ یہ گرجا گھر آج بھی قائم ہے ۔ اور سیالکوٹ ڈائیوسیس کے کیتھڈرل کے طور پر استعمال ہو رہا ہے ۔

ہنٹر نظم و ضبط کے بہت پابند تھے ۔ جلد ہی اُنہوں نے باقاعدہ

مسز جین ہنٹر

منصوبہ کے مُطابق کام کرنا شروُع کر دیا۔ بمبئی میں انہیں بہت حوصلہ افزا تجربہ ہُوا تھا۔ مگر پھر بھی وُہ سیالکوٹ میں انگلش میڈیم سکوُل قائم کرنے کے حق میں نہ تھے۔ ایک ایسا سکول پہلے ہی سیالکوٹ شہر میں اچھی طرح چل رہا تھا۔ یہ سکوُل ۱۸۵۵ء میں سی۔ ایم۔ ایس کے رہنما مشنری امرتسر کے پادری کلیٹرک نے قائم کیا تھا۔ لیکن اِس کا

ہیڈ ماسٹر مسلمان تھا اور یہاں کوئی مسیحی تعلیم نہیں دی جاتی تھی۔ اس کی بجائے ہنٹر نے دو چھوٹے چھوٹے اُردو مڈیم سکول کھولے۔ ایک لڑکوں کے لئے اور دوسرا لڑکیوں کے لئے۔ ان دونوں سکولوں میں محمد اسمٰعیل اُردو پڑھایا کرتے تھے۔ ہر اتوار کو پادری ہنٹر اپنے بنگلہ پر اپنے خاندان اور ملازموں کے لئے اُردو میں عبادت کرواتے۔ ملازموں وغیرہ کی تعداد پندرہ تھی۔ اس عبادت میں اسمٰعیل صاحب وعظ کرتے تھے۔ ہنٹر چھاؤنی کے پریسبٹیرین افسروں اور جوانوں کے لئے انگریزی زبان میں بھی عبادت کرایا کرتے تھے۔

لیکن ایک اور کام بھی تھا جس پر ہنٹر ہر روز توجہ دیا کرتے تھے۔ یہ اُن کی "محبت کی محنت" (۱۔ تھسلنیکیوں ۱:۳) تھی۔ اُنہیں محمد اسمٰعیل سے بہت لگاؤ تھا۔ انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اِن میں رہنما بننے کی بڑی صلاحیت ہے۔ سو وہ اُن کو مسیحی خدمت (پادری) کیلئے تیار کرنے میں لگ گئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

> "میری محبت کا ایک مسرت بخش حصہ یہ تھا کہ علم الٰہیات کے اپنے طالب علم کو ہر روز سکھایا پڑھایا کروں۔ میں بڑے احترام کے ساتھ یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ بہت کم لوگوں کو یہ شرف حاصل ہوتا ہے کہ محمد اسمٰعیل جیسے پُرخلوص اور جوشیلے مسیح کے سپاہی کی آسمانی راہ پر راہنمائی کریں۔ ہمارے نوجوان دوست ہیں اور اُس کے وسیلہ سے خداوند کا نام عزت اور جلال پائے!"

ہنٹر اور ان کی اہلیہ دُعا پہ بڑی دلسوزی سے ایمان رکھتے تھے۔

محبّت بھری رفاقت اور اکٹھے کام کرنے کا یہ زمانہ اسمٰعیل کے لئے خاص اہمیّت رکھتا ہوگا۔ اِس سے اُنہیں اپنے خاندان اور دوستوں کی جدائی میں تسلّی ملتی ہوگی۔ نئے عہد نامہ کی یونانی زبان پڑھنا بھی اُن کے مُطالعہ کا ایک حِصّہ تھا جلد ہی ہنٹر نے فیصلہ کیا کہ مَیں نصر اللہ کو بھی استعمال کر سکتا ہُوں چنانچہ اُنہوں نے بمبئی خط لکھا کہ نصر اللہ کو سیالکوٹ بھیج دیا جائے۔

ابھی ہنٹر کو سیالکوٹ آئے چار مہینے بھی نہیں ہُوئے تھے۔ کہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ کے بنگالی سپاہیوں نے اپنے برطانوی افسروں کے خلاف بغاوت کردی اور پہلی جنگ آزادی شرُوع ہوگئی۔ سیالکوٹ چھاؤنی میں آٹھ سو برطانوی فوجی موجُود تھے۔ چند ہی دنوں بعد اُن کو حکم ہُوا کہ یہ فوجی اور اُن کے ساتھ کے دیسی سپاہی سرجان لارنس کے "فلائنگ کالم" سے جا ملیں چنانچہ وُہ تھوڑے سے برطانوی افسروں، سویلین افراد کو ہدایت کی گئی کہ لاہور کے قلعہ میں پناہ لے لیں۔ مگر بہت سے افراد کو یقین تھا کہ بنگالی سپاہی وفادار رہیں گے، اِس لئے وُہ سیالکوٹ ہی میں رہے۔ مسٹر ہنٹر نے ایک دُعائیہ میٹنگ کا اہتمام کیا لیکن ایک فرد نے زور دار اعتراض کیا کہ اِس طرح غیر ضرُوری بے چینی پھیلے گی۔ ۱۱ جُون کو اینڈریو گارڈن اور دیگر امریکی مشنری اپنے خاندانوں سمیت سیالکوٹ سے روانہ ہوگئے۔ اور چند دنوں بعد صحیح سلامت لاہور پہنچ گئے۔ ہنٹر کو بھی سیالکوٹ سے نِکل جانے کا مشورہ دیا گیا۔ مگر انہوں نے سوچا کہ میرا فرض ہے کہ یہیں رُہوں، اور سیالکوٹ میں جو پریسبیٹیرین افراد موجُود ہیں اُن کی خدمت کروں۔

Scanned by CamScanner

سیالکوٹ اُنیسویں صدی میں

سیالکوٹ میں جو بنگالی موجود تھے ۸ ؍ جولائی کو انہوں نے بھی بغاوت کر کے اپنے افسروں پر حملہ کر دیا۔ ہنٹر اپنے خاندان سمیت چھاؤنی سے نکل گئے اور رات بارہ پتھر میں ایک بنگلہ میں بسر کی۔ صبح ہنٹر نے دیکھا کہ چند سپاہی ایک برطانوی افسر کا پیچھا کر رہے ہیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ سیالکوٹ کے قلعہ میں پناہ لی جائے۔ یہ قلعہ شہر کے اندر واقع ہے۔ چنانچہ وُہ گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر کو روانہ ہُوئے لیکن راستہ میں سیالکوٹ جیل کے قریب بھیڈ نالہ کے پُل کے پاس انہیں شہید کر دیا گیا۔ اسمٰعیل کو چند نوکروں کے ساتھ چھاؤنی ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اسمٰعیل کا اپنا بیان ہے کہ

"۹ ؍ جولائی بروز جمعرات صبح سویرے پادری ہنٹر صاحب کا بیرا میرے پاس آیا اور یہ غمناک خبر سنائی کہ ظالم باغی سپاہیوں نے ان سب کو قتل کر دیا ہے۔ اس دلخراش خبر نے میرے ذہن کو غم اور خوف سے بھر دیا اور میں بلند آواز سے رونے لگا۔ پادری ہنٹر کا نوکر بہت ہی وفادار اور ٹھنڈے مزاج کا آدمی تھا۔ اُس نے مجھے سمجھایا کہ اس طرح رونے دھونے سے آپ کی اپنی زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے کیونکہ آپ بھی مسیحی ہیں۔ اور اکثر مقامی لوگوں میں منادی بھی کیا کرتے ہیں۔ اُسے مجھ پر بہت ترس آیا۔ اور وُہ مجھے ایک نزدیکی گاؤں میں لے گیا اور جب تک سیالکوٹ میں امن وامان کی خبر نہ ملی، ہم دونوں اُسی گاؤں میں ٹھہرے رہے۔"

اسمٰعیل جب ہنٹر کے بنگلہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ سوائے چند کتابوں کے سب کچھ تباہ ہو چکا ہے۔ یا باغی اُٹھا لے گئے ہیں۔ حالات نہایت مایوس کُن تھے۔ اُن کے پاس معمُولی سی رقم تھی، اور کوئی ایسا دوست بھی دکھائی نہیں دیتا تھا جس سے مدد کی توقع کی جاتی۔ لیکن انہیں زیادہ دن تنہا نہ رہنا پڑا۔ چند دنوں کے بعد نصراللہ بمبئی سے پہنچ گئے اور خبر دی کہ پادری اینڈریو گارڈن اور ان کے ساتھی لاہور سے واپس آ گئے ہیں۔ دونوں نوجوان مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ آخر وُہ اس فیصلہ پر پہنچے کہ حاجی پُورہ چلے جانا چاہیئے۔ امریکی مشنریوں نے ان کے ساتھ بہت مہربانی کا سُلوک کیا اور مسیحی رفاقت و شراکت سے ان کی ہمّت بڑھائی اور حوصلہ دیا۔ دونوں نومریدوں نے فیصلہ کیا کہ سب سے بہتر یہ ہے کہ ہم بمبئی واپس چلے جائیں۔ اور پادری گورڈن سے درخواست کریں کہ سفر کے اخراجات کے لئے کچھ رقم ادھار دے دیں۔ مشنری خدمت کے ابتدائی ایّام میں گورڈن کو پیسوں کی ہمیشہ کمی رہتی تھی۔ لیکن اُنہوں نے دونوں کو سفر کے لئے کپڑے بنوانے میں مدد دی اور ایک چٹھی دے کر یو۔پی کے ایک اور مشنری پادری ڈبلیو۔ سٹیونؔ سن کے پاس لاہور روانہ کر دیا۔ چٹھی میں پادری سٹیونؔ سن سے درخواست کی گئی تھی کہ ان دونوں کی مدد کریں۔ اُنہوں نے نصراللہ کو کچھ رقم ادھار دے دی، مگر اسمٰعیل کو سیالکوٹ واپس جانے پر آمادہ کر لیا۔ اسمٰعیل کہتے ہیں:

"پادری سٹیونؔ سن نے مجھے آمادہ کر لیا کہ سیالکوٹ واپس جا کر امریکن مشن سکول کی ذمّہ داری سنبھالوں چنانچہ کچھ دیر کے

بعد میں سیالکوٹ واپس آگیا۔ مجھے اس بات کا بہت احساس تھا کہ ہندوستان کے اس علاقہ میں مسیحی اُستادوں اور مُبشروں کی اَشد ضرورت ہے اور اَب میں خُداوند کے کام میں مشغول ہُوں۔ سکول میں مقامی لوگوں کو پڑھاتا اور انہیں مسیحیت کی تعلیم دیتا ہُوں۔ بڑی دیر سے یہ آرزُو بھی ہے کہ یونانی زبان (نئے عہد نامہ کی اصلی زبان) کا مُطالعہ دوبارہ شرُوع کروں۔ اس علاقہ میں اُردو عام بولی جاتی ہے۔ (اُردو یہاں کی سرکاری زبان بھی ہے)۔ مشنری اسی زبان میں تعلیم اور بشارت دیتے ہیں۔ مَیں خُدا کا شکر ادا کرتا ہُوں کہ بمبئی سے آنے سے پہلے مَیں نے اُردو زبان پر عبوُر حاصل کر لیا تھا۔ اور اَب اِس لائق ہُوں کہ مقامی لوگوں کو بتا سکُوں کہ تمہاری غیر فانی رُوحوں کی نجات کے لیئے مسیحیت اَشد ضرُوری ہے۔"

نصراللہ بمبئی واپس جاکر وہیں کام کرتے رہے۔ فروری ۱۸۶۱ء میں ان کی بیوی اور بیٹی نے بھی پادری شیرف کے ہاتھ سے بپتسمہ لیا۔ اس موقع پر شیرف کی خُوشی دیکھنے کے لائق تھی۔ بعد میں اسی سال نصراللہ اپنے خاندان سمیت دوبارہ سیالکوٹ آئے اور چرچ آف سکاٹ لینڈ مشن سکول سیالکوٹ چھاؤنی میں سات سال تک کام کرتے رہے۔ اِس کے بعد اُنہوں نے سرکاری ملازمت اختیار کرلی۔

اسمٰعیل ۱۸۵۹ء کے اواخر تک یونائیٹڈ پریسبیٹرین سکول سیالکوٹ میں کام کرتے رہے پھر اُنہیں خبر مِلی کہ سکاٹ لینڈ سے دو نئے مشنری بمبئی پہنچنے والے ہیں جو کہ سیالکوٹ میں دوبارہ کام شرُوع کریں گے۔ چنانچہ وُہ انہیں مِلنے کے لئے بمبئی روانہ ہو گئے۔

Scanned by CamScanner

تیسرا باب

سیالکوٹ ، وزیرآباد ، نُورپور

مشن کی سرکاری ملازمت

۱۸۶۰ء تا ۱۸۶۶ء

چرچ آف سکاٹ لینڈ نے پنجاب میں دوبارہ کام شروع کرنے کیلئے جو دو مشنری بھیجے اُن کے نام پادری جان ٹیلر اور پادری رابرٹ پیٹرسن

پادری رابرٹ پیٹرسن اپنے بڑھاپے میں

تھے۔ وُہ جنوری ۱۸۶۰ء میں بمبئی پہنچے اور پھر محمد اسمٰعیل کے ساتھ بذریعہ بحری جہاز کراچی کے لئے روانہ ہُوئے۔ دریائے سندھ کے راستے وُہ کشتی کے ذریعہ مُلتان آئے اور وہاں سے بیل گاڑی میں آہستہ آہستہ سفر کرتے ۱۸ مارچ کو سیالکوٹ پہنچے۔

ٹیلر اور پیٹرسن بڑی لگن اور محنت سے اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ پہلے سال کا بیشتر حِصّہ اُنہوں نے اسمٰعیل کی مدد سے اردو زبان سیکھنے میں گزارا۔ لیکن جتنی جلدی ممکن ہُوا اُنہوں نے سیالکوٹ چھاونی میں لڑکوں کا سکول دوبارہ جاری کر دیا اور اسمٰعیل کو اس کا ہیڈ ماسٹر مُقرر کیا۔ ۱۸۶۱ء کے آغاز تک طلباء کی تعداد ساٹھ تک پہنچ گئی۔ ان میں سے بارہ انگریزی پڑھتے تھے۔ ایک اُستاد فارسی پڑھانے کے لئے بھی رکھا گیا۔ ۱۸۶۲ء میں سکول کو پرانے کانونٹ ہاؤس سے صدر بازار میں منتقل کر دیا گیا۔ پادری پیٹرسن شخصی بشارت میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ ان کی ذاتی دلچسپی کے باعث طامُم الدین نامی ایک مسلمان طالب علم نے مسیح کو قبول کیا۔ جُون ۱۸۶۲ء میں اُس نے بپتسمہ لیا۔ پنجاب میں یہ اِس مِشن کا پہلا نومرید تھا۔ اُسے پہلے معلم کے طور پر اور پھر بارہ برس لڑکوں کے یتیم خانہ میں مناد کے طور پر خدمت سپرد کی گئی۔ اُسے بپتسمہ پانے کے بعد اسمٰعیل اور نصراللہ جیسے نومریدوں کی رفاقت سے بڑی مدد ملی ہوگی۔ اسمٰعیل ایک ایسے شخص تھے کہ لوگ مدد اور راہنمائی کے لئے اُن کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ وُہ کمزور افراد کے ساتھ بڑے صبر اور تحمّل سے پیش آتے تھے، اسلئے سب ہی اُن کی بہت عزت کرتے تھے۔ وہ اور نصراللہ منفرد انداز کے مناد

کہلاتے تھے۔ اکتوبر ۱۸۶۲ء میں اسمٰعیل سے کہا گیا کہ وزیر آباد میں کام شروع کریں۔ چنانچہ ۱۵ جنوری ۱۸۶۳ء کو انہوں نے وہاں کے گورنمنٹ لڑکوں کے سکول کا باقاعدہ انتظام سنبھالا۔ اب یہ گورنمنٹ کی بجائے مشن سکول بن چکا تھا۔ دوسری طرف سے نصر اللہ کو سیالکوٹ چھاؤنی میں صدر سکول کے ہیڈ ماسٹر کی ذمہ داری سونپی گئی۔

پادری رابرٹ پیٹرسن بہت جسیم تن و توش شخص تھے۔ ٹیلر تو سکول کے انتظام اور نگرانی کے لئے سیالکوٹ ہی میں رہے، مگر پیٹرسن نے ستمبر ۱۸۶۰ء میں بشارتی دورہ شروع کیا۔ اس سلسلے میں یہ اُن کا پہلا تجربہ تھا۔ امرتسر کے پادری رابرٹ بُروس بھی اُن کے ساتھ تھے۔ پادری برُوس نے بعد میں ایران میں سی۔ایم۔ایس مشن کے کام کی بنیاد رکھی۔ اُنہوں نے سیالکوٹ اور نارووال کے درمیانی علاقہ میں تیئس (۲۳) گاؤں میں بشارتی کام کیا۔

اکتوبر میں پھر پیٹرسن نے فیصلہ کیا کہ ایک اور بشارتی دورہ کیا جائے۔ اس دفعہ وُہ اپنے خاندان اور محمد اسمٰعیل کو بھی ساتھ لے گئے۔ پہلے وُہ وزیر آباد گئے۔ اور شہر سے باہر خیمے لگائے۔ دن کے وقت وُہ وزیر آباد شہر اور آس پاس کے گاؤں میں منادی کرتے تھے اور رات وُہ اپنے خیمہ میں بسر کرتے۔ ہر جگہ لوگ اُن کی باتیں شوق سے سُنتے۔ ایک رات پیٹرسن کے خیمہ میں ایک بھیڑیا گھس آیا اور وُہ اُن کی چھوٹی بیٹی کو اُٹھا لے گیا۔ لیکن اُن کے چھوٹے سے کتے نے بھونک بھونک کر سب کو ہوشیار کر دیا اور بھیڑیا بچّی کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔

۱۹ نومبر کو وُہ کشتیوں کے پُل کے ذریعہ دریائے چناب عبور کر کے

گجرات کی طرف بڑھے۔ پیٹرسن جائزہ لینا چاہتے تھے کہ گجرات بشارتی کام کے مرکز کے طور پر موزوں رہے گا یا نہیں۔ اُن سے پہلے کچھ امریکی مشنریوں نے اِس علاقہ میں بشارت دینے کی کوشش کی تھی۔ مگر انہیں اتنی شدید مخالفت کا سامنا ہُوا کہ انہوں نے وہاں کام کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اِس علاقہ کو رُوحانی طور سے بالکل "بنجر" قرار دے دیا۔ محمد اسمٰعیل نے محسوس کیا کہ اُنہیں وہاں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا ہو گا۔ اِس لئے اُنہوں نے دُعا اور روزے کے ساتھ اِس مہم کی تیاری کی۔ اَب وُہ گاؤں اور قصبوں میں گئے۔ پہلے تو لوگ اُن کے ساتھ بڑے غیض و غضب کے ساتھ پیش آتے تھے۔ کیونکہ وُہ اسمٰعیل کو اسلام کا مُرتد سمجھتے تھے۔ مگر اسمٰعیل سیّد گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور قرآن سے تشریح کر کے اُن کو سمجھاتے تھے کہ قرآن مسیح کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اِس طرح رفتہ رفتہ وُہ اُن کی بات سُننے لگے۔ اُنہیں اسمٰعیل کے دلائل کا جواب دینا مُشکل معلُوم ہوتا تھا۔ مگر جس انداز سے وُہ اُن سے اپیل کرتے تھے۔ اُن کو انکار کرنا اور بھی مشکل لگتا تھا۔ چنانچہ وُہ اسمٰعیل کا مقابلہ کرنے کے لیئے مولوی فتح دین کو گجرات لائے۔

مگر اُن کی خلاف توقع مناظرہ جھگڑے کی بجائے ایک دوستانہ بحث ثابت ہُوا۔ اسمٰعیل کی شائستگی اور اپنے ایمان میں پختگی اور قرآن کی پُوری پُوری واقفیت کا مولوی فتح دین پر بے حد اثر ہُوا۔ ایک بحث کے بعد دُوسری بحث چلتی رہی، آخر کار مولوی صاحب نے نہ صرف اسمٰعیل کے ساتھ علانیہ حُقّہ پیا بلکہ اعلان کیا کہ مسیحی "اہلِ کتاب" ہیں، اِس لئے ہمیں اُن کو بھائیوں کی طرح خوش آمدید کہنا چاہیئے۔

اب اسمٰعیل کی عمر پچیس ۲۵ برس ہو گئی تھی۔ ۱۰ مئی ۱۸۶۱ء کو اُن کی شادی کلکتہ کے یتیم خانہ کی ایک لڑکی سارہ یا سیلی سے ہوئی اُسکی عمر اٹھارہ برس تھی۔ شادی کی رسم پادری جان ٹیلر نے ادا کی۔ یو۔ پی مشن کے پادری آر۔ اے۔ ہل اور پادری رابرٹ پیٹرسن اُس کے گواہ تھے۔ سیلی بڑی باکردار، سلیقہ مند اور آگے بڑھ کر کام کرنے والی خاتون ثابت ہوئیں انہیں اپنے خاوند کے کام سے بڑی دلچسپی اور ہمدردی تھی اور وُہ خود بھی عورتوں کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتی تھیں۔ ایک سال بعد وزیرآباد میں ان کے ہاں پہلی ولادت ہوئی۔ خُدا نے انہیں ایک بیٹی عطا کی۔ پادری پیٹرسن نے سیالکوٹ میں ۵ اکتوبر کو اس بچّی کو بپتسمہ دیا اور اس کا نام سارہ جین رکھا گیا۔ اُس کے والد کو مسز جین ہنٹر کا پیار، شفقت اور دوستانہ سلوک یاد تھا۔ بچّی کا نام رکھتے ہُوئے اُنہوں نے اِسی کا اظہار کیا۔

۲۹ جولائی ۱۸۶۱ء کو چرچ آف سکاٹ لینڈ مشن کا کارسپانڈنگ بورڈ سیالکوٹ میں قائم ہُوا۔ اور اس کا پہلا اجلاس ہُوا۔ موقع پر خدمت کرنے والے مشنری، اِس مقام پر متعیّن چرچ آف سکاٹ لینڈ کے چیپلین پریسبیٹرین فوجی افسر اور مقامی سرکاری افسر اِس بورڈ کے ممبر تھے۔ پادری فرگسن اور پادری ڈرینن جیسے چیپلین، کیپٹن روز اور کیپٹن میک فارلین، اور پرنسپ اور مرسر جیسے ڈپٹی کمشنر نہ صرف بورڈ کے اجلاسوں میں سرگرمی سے حصّہ لیتے رہے بلکہ مشن کے کام کے لئے فراخ دلی سے چندہ بھی دیا کرتے تھے۔ ۱۸۶۱ء سے ۱۸۶۶ء سیالکوٹ میں چیپلین مقرر ہوتے رہے۔ اِس طرح ٹیلر اور پیٹرسن کو موقع ملتا رہا کہ اپنا سارا وقت

مشن کے کام کے لئے وقف کر دیں۔ ۱۸۶۶ء کے بعد کئی سالوں تک سیالکوٹ کے مشنری کو چیپلین کا کام بھی کرنا پڑتا تھا۔

۱۸۶۰ء سے ۱۸۶۶ء کے دوران پادری پیٹرسن اور پادری ٹیلر کی زیرِ نگرانی پنجاب میں چرچ آف سکاٹ لینڈ کے کام نے بہت ترقی کی۔ ذیل میں اُس کا مختصر بیان پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ مشن نے اپنا مرکز بارہ پتھر میں قائم کیا۔ بارہ پتھر چھاؤنی سے تین میل مغرب اور شہر سے ۲ میل شمال میں واقع ہے۔ ۱۸۶۲ء میں اُنہوں نے یو۔پی مشن کے مشنریوں سے دو مشن ہاؤس خرید لئے، بارہ پتھر کے مرکز میں اُنہوں نے ہنٹر میموریل چرچ تعمیر کیا۔ اس کی تکمیل اور تقدیس ۱۸۶۵ء میں ہوئی۔

۲۔ امریکن یو۔پی مشن نے شہر کے اندر اپنا لڑکوں کا سکول ۱۸۶۴ء میں بند کر دیا تھا۔ چرچ آف سکاٹ لینڈ مشن نے یہ سکول لے کر دوبارہ کام شروع کر دیا۔ صدر میں اُن کا لڑکوں کا سکول پہلے ہی قائم تھا۔ جنوری ۱۸۶۳ء میں مشن نے وزیر آباد میں لڑکوں کے گورنمنٹ سکول کا انتظام سنبھالا تھا۔

۳۔ پادری پیٹرسن نے مئی ۱۸۶۵ء میں گجرات میں کام کا باقاعدہ آغاز کیا اور اُردو میڈیم کے ایک چھوٹے سے پرائمری سکول کو بھی اپنی تحویل میں لے لیا۔ گجرات میں جو شخص اُن کے وسیلہ سے سب سے پہلے ایمان لایا۔ وہ نظام الدین نامی ایک مسلمان تھا۔ ۱۸۶۶ء میں پیٹرسن نے گجرات میں ایک مشن ہاؤس بھی خرید لیا۔

۱۸۶۶ء تک مشن کے دو مرکز قائم ہو چکے تھے۔ بڑا مرکز سیالکوٹ میں تھا جس کے نگران اور منتظم پادری جان ٹیلر تھے اور نیا مرکز گجرات

میں پادری رابرٹ پیٹرسن کے ماتحت تھا۔

مگر اب محمد اسمٰعیل مشن کے ملازم نہیں تھے۔ اُنہوں نے مشن کا کام دوبارہ جاری کرنے میں بڑے جوش و جذبہ سے تعاون کیا تھا۔ مگر جب اُن کا تبادلہ وزیرآباد کے چھوٹے سے پرائمری سکول میں کر دیا گیا تو اُنہوں نے اپنے حالات کا جائزہ لینا شروع کیا۔ پادری ہنٹر نے اُنہیں پادری بننے کے لئے تیار کرنا شروع کیا تھا مگر اب اس بات کا کوئی ذکر بھی نہیں کرتا تھا۔ ایک منّاد کی تنخواہ میں بیوی اور بچّے کے ساتھ گزارا نہیں ہو سکتا تھا۔ نیز اُنہیں یہ بھی احساس تھا کہ میری لیاقت اور صلاحیت کا موزوں استعمال نہیں ہو رہا، اس لئے جب اُنہیں بٹالہ کے قریب واقع نُورپور میں گورنمنٹ ضلع پرائمری سکول میں ہیڈ ماسٹر کا عہدہ پیش کیا گیا تو اُنہوں نے فوراً قبول کر لیا اور مشن کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ وُہ اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں مہارت اور قابلیت رکھتے تھے ایسے شخص کو سرکاری نوکری میں ترقی کے کہیں زیادہ مواقع مل سکتے تھے۔

اسمٰعیل اپنے خاندان کے ساتھ تین یا چار سال تک نُورپور میں مقیم رہے۔ اس عرصہ میں اُنہیں بڑی خوشی اور بڑا غم بھی نصیب ہُوا۔ خوشی کا موقع وُہ تھا جب ان کا بیٹا پیدا ہُوا۔ اس کا نام انہوں نے یعقُوب رکھا یہ بائبل کا نام بھی ہے اور اُردو کے لحاظ سے بھی بہت عُمدہ ہے۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اُنہیں غم کا سامنا کرنا پڑا۔ اُن کی بیٹی سارہ بجلین بیمار پڑ گئی اور جانبر نہ ہو سکی۔

دلی طور سے اسمٰعیل ابھی تک مُبشّر تھے۔ اگرچہ بائبل کی تعلیم دینا سکول کے نصاب میں شامل نہ تھا مگر اُنہیں جب بھی موقع ملتا، اپنے

طالب علموں سے مسیحی ایمان کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ اُن کے طلباء میں نانک چند نامی ایک سکھ لڑکا بھی تھا۔ وُہ رعیہ کے ایک کھاتے پیتے جاگیردار چرن سنگھ کا بیٹا تھا۔ اسمٰعیل، چرن سنگھ سے ملنے گئے اور اُس سے دوستی پیدا کرلی۔ وُہ جب بھی جاگیردار سے ملنے جاتے تو ذکر کرتے کہ مجھے یسوع مسیح میں کیسی نجات ملی ہے۔ چرن سنگھ اور اُس کا بیٹا اس بات میں بہت دلچسپی لینے لگے۔ آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ یہ کوشش پھلدار ثابت ہوئی۔ مگر جھگڑے کا باعث بھی بنی۔

چوتھا باب

سیالکوٹ شہر میں ہیڈ ماسٹر

۱۸۶۷ء تا ۱۸۶۹ء

۱۸۶۷ء کے آغاز میں پنجاب مشن کو ایک زبردست بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ پادری جان ٹیلر جب سے پنجاب آئے تھے اُن کی صحت ٹھیک نہ رہتی تھی۔ اب ان کی حالت اور بھی خراب ہو گئی صاف نظر آنے لگا کہ اگر وُہ سکاٹ لینڈ واپس چلے جائیں تب ہی صحت کی بحالی کی اُمید ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وُہ ۱۸۶۷ء کے شروع میں واپس وطن روانہ ہو گئے اور اگلے سال وہیں وفات پائی۔ اب پادری رابرٹ پیٹرسن واحد مشنری تھے جو میدان میں رہ گئے تھے۔ انہوں نے گجرات میں رہائش رکھی مگر ان کی ذمہ داریاں بہت سی تھیں۔ بارہ پتھر اور ہنٹر میموریل چرچ کا کام، سیالکوٹ شہر اور صدر میں سکولوں کی نگرانی، وزیرآباد اور گجرات کے کام کی ذمہ داری اور اُن کے ساتھ ساتھ سیالکوٹ چھاؤنی میں چیپلین کی خدمات انجام دینا، یہ سب کچھ اُن کے فرائض میں شامل تھا۔ سیالکوٹ شہر کے بوائز سکول میں تعلیم و تدریس کا معیار بہت گر گیا تھا۔ دسمبر ۱۸۶۶ء میں گورنمنٹ انسپکٹر مسٹر ہیبٹرسن نے سکول

کی لاگ بک میں لکھا کہ

"مجموعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سکول امریکن مشن سکول اور گورنمنٹ سکول کا مقابلہ نہیں کر سکتا ۔ میرے گزشتہ معائنہ کے بعد سے انگریزی پڑھنے والوں کی تعداد مسلسل گرتی رہی ہے۔ اعلیٰ درجہ کے سارے لڑکے سکول کو خیرباد کہہ گئے ہیں۔"

اس پر پیٹرسن نے محمد اسمٰعیل سے اپیل کی کہ گورنمنٹ کی ملازمت چھوڑ کر مشن کی ملازمت کریں۔ وہ ذاتی طور سے اسمٰعیل کو بے حد چاہتے تھے ۔ اسمٰعیل نے جواب میں لکھا کہ اگر تسلّی بخش انتظامات ہو جائیں تو میں آنے کو تیار ہوں ۔

اب پیٹرسن نے ایڈنبرا میں فارن مشن کمیٹی کو لکھا کہ چونکہ میں گجرات میں مقیم ہوں اس لئے میرے لئے دونوں مراکز کی ذمہ داری نبھانا ممکن نہیں ۔ انہوں نے کمیٹی سے درخواست کی کہ محمد اسمٰعیل کو شہر کے بوائز سکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر کیا جائے اور سکول کی گرانٹ سو روپیہ سے بڑھا کر ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ کر دی جائے تاکہ ہیڈ ماسٹر پچاس روپیہ مہینہ تنخواہ پا سکے ۔ یہ تنخواہ اُس سے تو کم تھی جو اسمٰعیل کو نور پور میں ملتی تھی۔ مگر اُن کی مناد کی تنخواہ سے دو یا تین گنا زیادہ تھی ۔ پیٹرسن کا منصوبہ یہ تھا کہ اسمٰعیل سیالکوٹ میں کام کی زیادہ تر ذمہ داری سنبھال لیں اور میں گجرات میں کام جاری رکھوں ۔ ممکن ہے اُن کا یہ ارادہ بھی ہو کہ بالآخر اسمٰعیل کو سیالکوٹ میں پورے کام کا نگران بنا دیا جائے ۔ خواہ کچھ بھی ہو ۔ فارن مشن کمیٹی کے ارادے کچھ اور ہی تھے ۔ کمیٹی نے اسمٰعیل کے بطور ہیڈ ماسٹر تقرّر اور بجٹ میں اضافے کی منظوری دے

دی ۔ مگر مئی ۱۸۶۷ء کے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں ایک نوجوان لائسنس یافتہ شخص مسٹر جیمز پیسلے لینگ کو پنجاب مشن کے کام کی ذمہ داری

پادری جیمز پیسلے لینگ

سونپ دی ۔ مسٹر لینگ کو پریسبیٹری آف ہملٹن نے اگست میں مخصوص کیا اور وہ نومبر میں بحری جہاز سے پنجاب کے لئے روانہ ہو گئے ۔

Scanned by CamScanner

مُستقبل کے بارے میں اسمٰعیل کی کچھ بھی اُمید کیوں نہ ہو ل، مگر
اُنہوں نے نورپور کی اسامی سے استعفیٰ دے دیا اور سیالکوٹ آ گئے۔
غالباً یہ اپریل ۱۸۶۷ء کی بات ہے جب نیا تعلیمی سال شروع ہوتا
ہے۔ اُنہوں نے دل لگا کر اپنا کام کیا۔ دسمبر میں مسٹر پیٹرسن نے
مُعائنہ کی جو رپورٹ لکھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ معیار بہتر ہو رہا تھا۔

"سکول کو از سرِ نو منظم کیا گیا ہے۔ ابھی تک اس کی
حالت ابتدائی انگریزی سکول سے زیادہ نہیں ہے مگر پہلے
سے بہت بہتر ہے اور ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔"

اسمٰعیل اپنے دو مُعاونین کی مدد سے انگریزی پڑھاتے تھے اور مذہبی
تعلیم کی ذمہ داری بھی اُنہی کے کندھوں پر تھی۔ اس کام میں ایک اور
مسیحی اُستاد یعقوب اُن کا مددگار تھا۔ جب موقع ملتا وہ عملہ میں مسیحیوں
کی تعداد میں اضافہ بھی کرتا تھا۔ اُس نے سکول کے لئے عمدہ مذہبی
اور دیگر علمی کتابیں مہیّا کرنے کا بندوبست بھی کیا۔
سکول کے نظم و نسق میں بہت ترقی ہوئی۔ روزمرّہ کے معمُولات
بھی اتنی خوبی سے سرانجام پا رہے تھے کہ جب حکومت نے سیالکوٹ
ضلع سکول کی عمارت کو اُس کی آدھی قیمت مبلغ دو ہزار روپیہ میں
بیچنے کی پیش کش کی تو مشن نے اسے فوراً خرید لینے کا فیصلہ کر
لیا۔ اُنہوں نے یکم مئی ۱۸۶۸ء کو اس کا قبضہ لیا۔ اُن کا اعتماد
درست ثابت ہُوا۔ اپنی ۳۰ جنوری ۱۸۶۹ء کی رپورٹ میں مسٹر
پیٹرسن نے بے حد تعریف کرتے ہُوئے لکھا کہ

"میری رائے میں انچارج مشنریوں سے زیادہ لائق

اور قابل مینیجر اور محمد اسمٰعیل سے بہتر ہیڈ ماسٹر تلاش کرنا ممکن نہیں۔"

اسی اثنا میں بارہ پتھر میں لڑکیوں کے یتیم خانہ میں ایک عارضی آسامی خالی ہوئی۔ سیلی اسمٰعیل پہلے بھی کئی دفعہ وہاں بطور معاون کام کر چکی تھیں۔ چنانچہ جب تک کوئی اور شخص نہیں ملتا سیلی کو اس جگہ تعیناتاً کر دیا گیا۔

پادری جیمز لینگ جنوری ۱۸۶۸ء میں سیالکوٹ پہنچے۔ وہ اونچے لمبے قد کے نوجوان آدمی تھے۔ وہ ٹیلر اور پیٹرسن کے برعکس مضبوط ڈیل ڈول کے مالک تھے۔ وہ جب تک پنجاب میں رہے خوب تندرست اور توانا رہے۔ اُن کی عمر اکیس برس یعنی اسمٰعیل سے دس برس کم تھی۔ انہوں نے ۱۸ فروری کو جو پہلی چٹھی وطن بھیجی وہ نوجوانی کے جوش و خروش سے بھری ہوئی تھی۔ وہ سیالکوٹ کی خوبصورتی اور افق سے پرے کشمیر کے پہاڑوں پر چمکتی برف کے نظارہ سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ اُنہوں نے ہنٹر میموریل چرچ کی بہت تعریف لکھی۔ انہوں نے بارہ پتھر میں لڑکوں کے ہوسٹل میں بھی خصوصی دلچسپی لینی شروع کی۔ پادری رابرٹ پیٹرسن اور محمد اسمٰعیل کو بھی اُنہوں نے بہت خراجِ تحسین پیش کیا۔

۱۸۶۸ء میں لینگ نے اُردو سیکھنے پر بڑی محنت کی۔ وہ اور پیٹرسن سیالکوٹ چھاؤنی میں باری باری برطانوی فوجیوں کی انگریزی زبان میں عبادت کروایا کرتے تھے۔ نیز انہوں نے پیٹرسن کی جگہ شہر کے بوائز سکول کے مینیجر کی ذمہ داری بھی سنبھال لی۔ وہ سکول میں تین گھنٹے روزانہ پڑھاتے بھی تھے، مگر روزمرہ معمول کے انتظامات ہیڈ ماسٹر محمد اسمٰعیل ہی پر چھوڑ

رکھے تھے۔ لینگ نے دو موقعوں پر اپنے تاثرات قلمبند کئے ہیں۔ پہلی دفعہ فروری ۱۸۶۸ء میں اُنہوں نے لکھا۔

"مشنری کو صرف عام نگرانی کرنے کی ضرورت ہے۔ سکول کے نظم و نسق کی باقی ساری ذمہ داری بڑے اعتماد سے محمد اسمٰعیل پر چھوڑی جا سکتی ہے۔ وُہ بہت مُفید اور باہمت شخص ہیں۔ وُہ اعلیٰ پایہ کے مسیحی اور اوّل درجہ کے استاد ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارا باہمی میل ملاپ اور تعاون میرے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوگا۔"

پھر مارچ ۱۸۶۹ء میں لکھا کہ

"بابو محمد اسمٰعیل بڑے جوش اور گہری دلچسپی اور دلجمعی سے اپنی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ وُہ میرے بہت اچھے معاون ہیں۔ میرا بہت سا کنا دینے والا بوجھ اُنہوں نے اُٹھا رکھا ہے اور سکول سے متعلقہ چھوٹی موٹی مشکلات بھی وُہ خود ہی حل کر لیتے ہیں۔"

۱۸۶۸ کے موسم خزاں میں لینگ مختصر ملاقات کیلئے گجرات آئے۔ اور ہیبڑسن کی درخواست پر وہاں کے بوائز سکول کی تنظیم نو کی۔ ۱۸۶۸ء کے اواخر تک ٹیلر اور ہیبڑسن کو آئے نو سال ہو گئے تھے۔ اس عرصہ میں مشن نے پینتیس بالغوں کو بپتسمہ دیا۔ دیسی مسیحیوں کی تعداد ۴۱ تھی۔ ان میں سے ۳۵ سیالکوٹ میں، ۴ وزیر آباد میں ۲ گجرات میں تھے۔ لڑکوں کے سات اور لڑکیوں کے تین سکول قائم ہو چکے تھے۔ دو یتیم خانے تھے جن میں پچیس ۲۵ یتیموں کی دیکھ بھال کی جا رہی تھی۔ سات

مناد اور ۲ دو افراد مذہبی کتابوں اور ٹریکٹ وغیرہ کی فروخت اور تقسیم کے لئے مشن کے ملازم تھے۔ یہ بڑی کامیابی تھی۔ لیکن اِس سارے کام کی تقریباً تمام تر ذمہ داری صرف دو مشنریوں یعنی پیٹرسن اور لینگ پر تھی۔ پیٹرسن کی صحت کی جو پہلے بھی کبھی اچھی نہ رہی تھی اب بالکل جواب دے گئی۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ ۱۸۶۹ء کے شروع میں سکاٹ لینڈ واپس چلے جائیں۔

دریں اثنا پنجاب کی حکومت کی خواہش تھی کہ تعلیم و تدریس اور نظم و نسق کے معیار کو بہتر بنانے کیلئے کوئی ہونہار نوجوان مل جائے چنانچہ ۱۸۶۸ء میں صدر کے بوائز سکول کے ہیڈ ماسٹر نصراللہ نے گورنمنٹ کی ملازمت قبول کرلی۔ پنجاب کی حکومت نے محمد اسمٰعیل کو ایک اور دلفریب پیشکش بھی کی کہ اگر وہ سول سروس میں آجائیں تو انہیں ڈسٹرکٹ جج بنا دیا جائے گا۔ انہیں یہ پیشکش بہت پسند آئی کیونکہ اس میں ایک تو ذمہ داری بیحد اہم تھی اور دوسرے تنخواہ کافی تھی۔ لیکن اُن کی اوّلین وفاداری مشن کے ساتھ تھی۔ چنانچہ وہ پیٹرسن کے پاس گئے اور اُن کی رائے معلوم کرنی چاہی، اور یہ بھی کہا کہ مجھے صفائی سے بتایا جائے کہ چرچ آف سکاٹ لینڈ مشن کی ملازمت میں میرے لئے ترقی کے کیا مواقع ہوں گے۔ کوئی بارہ سال ہوئے کہ ہنٹر نے مجھے مسیحی خدمت کے لئے تیار کرنا شروع کیا تھا۔ کیا توقع ہے کہ میری مخصوصیت ہو جائے گی؟ اگر اِس بات کا یقین دلایا جاتا تو اسمٰعیل مشن کی ملازمت میں رہنے کو تیار تھے حالانکہ اِس کے لئے انہیں بہت بڑی مالی قربانی دینی پڑتی۔

پیٹرسن اور لینگ نے اِس معاملہ پر تبادلہ خیال کیا اور پھر اُسے فارن

مشن کمیٹی کے سامنے رکھ دیا۔ اُنہوں نے سفارش کی کہ محمد اسمٰعیل کی مخصوصیت کی جائے اور اُنہیں چرچ آف سکاٹ لینڈ کے مشنری کا درجہ دیا جائے۔ اسمٰعیل اِس بات پر رضامند ہو گئے کہ فی الحال گورنمنٹ کی پیش کش کو قبول نہ کریں اور فارن مشن کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کریں۔

جنوری ۱۸۶۹ء میں پیٹرسن سکاٹ لینڈ کے لئے روانہ ہو گئے۔ ان کی صحت نے اُنہیں پنجاب واپس آنے کی اجازت نہ دی۔ مگر سکاٹ لینڈ میں کافی عرصہ تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اُن کی وفات ۱۹۲۰ء میں ہوئی۔ اُنہوں نے اپنے خاندان میں مشنری کام کی روح کو زندہ رکھا۔ چنانچہ آنے والے زمانے میں اُنکا بیٹا پادری رابرٹ میکچین پیٹرسن، پوتی مس ایلسین پیٹرسن، اور پوتا پادری کیتھ پیٹرسن یکے بعد دیگرے پنجاب میں بطور مشنری کام کرتے رہے۔ لیکن اُن کے سکاٹ لینڈ چلے جانے سے بائیس سالہ لینگ میدان میں اکیلے مشنری رہ گئے۔ لینگ محنت سے نہیں گھبراتے تھے۔ اُنہوں نے ۱۳ مارچ ۱۸۶۹ء کو ایک چِٹھی لکھی جس سے اُن کے عزم و اعتماد کا اظہار ہوتا ہے۔

"جتنی دفعہ ہو سکتا ہے۔ مَیں منادی کرتا ہوں۔ جو پیغام دیسی لوگوں کو دینا ہوتا ہے۔ اُسے مَیں پہلے انگریزی میں تیار کرتا ہوں، پھر اُس کا ترجمہ اُردو میں لکھتا ہوں۔ اُس لیے مجھے بہت محنت کرنی پڑتی ہے اگر انگریزی عبادت کو بھی شامل کیا جائے تو تین وعظ فی ہفتہ بن جاتے ہیں۔ مگر بابو محمد اسمٰعیل ہر وقت مدد کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ اور مجھے بہت سی غیر ضروری

محنت اور مشقت سے بچا لیتے ہیں ۔ ایک چٹھی لکھنے کے دوران میں بیس سے تیس دفعہ تک دخل اندازی ہوتی ہے۔ کیونکہ لوگ ہر قسم کی باتیں پوچھنے آتے ہیں کبھی تو کوئی پاک کلام کی کسی مشکل آیت کا مطلب پوچھتا ہے ۔ اور کبھی یہ کہ فلاں صندوق یا ڈبے کے لئے پیچ لگانا موزوں ہوگا یا سادہ کیل ۔ اس ملک میں ایک مشنری کو اس قسم کی زندگی بسر کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئیے تاکہ لوگوں کو مسیح کے قدموں میں لا سکے "۔

یہ بات واضح تھی کہ کام اتنا زیادہ تھا کہ لینگ اُسے اکیلے نہیں بھگتا سکتے تھے ۔ یہیں ضروری تھا کہ کچھ ذمہ داریاں بانٹ دی جائیں ۔ پیٹرسن کے جانے کے بعد لینگ نے شہر کے پرائز سکول میں پڑھانا چھوڑ دیا ۔ اور تھوڑے ہی عرصہ بعد سکول کے لئے تنخواہوں کے نئے سکیل مرتب کئے۔ اپریل ۱۸۶۹ء میں جب نیا تعلیمی سال شروع ہوا تو محمد اسمٰعیل کو "مینیجنگ ہیڈ ماسٹر" بنا دیا گیا ۔ اور اُن کی تنخواہ میں بھی اضافہ کر دیا گیا ۔ اب اُنہیں اسّی یا نوّے روپیہ ماہوار ملنے لگے ۔

Scanned by CamScanner

پانچواں باب

تقرر

ہنٹر میموریل چرچ کی پاسبانی ۱۸۶۹ء تا ۱۸۷۰ء

پادری جیمز لیننگ جب پنجاب میں آئے تو کنوارا تھے۔ ۲۰ فروری ۱۸۶۹ء کو اُن کی شادی فرانسیس این ہالبرد سے ہو گئی۔ فرانسیس سیالکوٹ چھاؤنی کے ایک افسر کرنل جان ہالبرو کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ لیننگ کی بیوی مشنری کام میں کوئی خاص حصہ نہیں لیتی تھی۔ بورڈ کی کاروائی یا فارن مشن کمیٹی کی کسی رپورٹ میں اُن کے نام کا ذکر نہیں۔ تاہم لیننگ نے اپنے سُسر کو مشن کے کام کے لئے چندہ دینے پر قائل کر لیا، لیکن آخر میں فوجی تعلق کا لگاؤ مخالف سمت میں ہو گیا۔ ۱۸۷۵ء میں لیننگ فارن مشن کمیٹی کی ملازمت چھوڑ کر مدراس میں چیپلین بننے پر آمادہ ہُوئے۔ اِس جوڑے کی پہلی اولاد کی ایک بچی تھی جس کا نام ماں کے نام پر فرانسس رکھا گیا۔ وہ شادی کے دو سال بعد پیدا ہُوئی تھی۔

شادی کے کچھ عرصہ بعد تک لیننگ جوش وخروش سے مشن کا کام کرتے رہے، وہ اکثر اِس بات پر زور دیتے تھے کہ برطانوی اور

ہندوستانی مسیحی دونوں بھائی بھائی ہیں۔ اپریل ۱۸۷۵ء میں انہوں نے ایک چٹھی میں لکھا کہ :-

"چونکہ یہاں برطانوی فوجیوں کی اکثریت ہے۔ ان کو یہاں کی زندگی بالکل غیر ملکی اور عجیب لگتی ہے۔ مگر جب دیسی مسیحیوں سے ملاقات کے دوران یورپی باشندہ دیکھتا ہے کہ میرے پاسبان کو اُن کا (ہندوستانیوں) پاسبان کہہ کر پکارا جاتا ہے تو وُہ اُن کے ساتھ لگاؤ اور تعلق محسوس کرتا ہے۔ اور دونوں نسلوں کے درمیان فاصلہ کم ہو جاتا ہے۔ کئی دفعہ مشنریوں کو واضح ثبوت مِلا ہے کہ مسیحیت میں اشتراک کی وجہ سے نسلی اور ملکی تفرقات اور حد بندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ تجربہ بڑا خوشگوار ہوتا ہے۔"

مگر اس کے رویہ اور فوجی افسروں کے رویہ میں بہت فرق تھا۔ اب تو شادی کے باعث وُہ فوجیوں کا رشتہ دار بھی بن گئے تھے مگر فوجی افسر اکثر ہندوستانیوں کو کم تر سمجھتے اور رفتہ رفتہ لینگ کے اپنے نقطہ نظر میں بھی کافی تبدیلی آ گئی۔

بطور مشنری لینگ کے لئے ۱۸۶۹ء کا سال بہت مسرت بخش ثابت ہُوا۔ اِس سال سیالکوٹ کے مسیحیوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہُوا۔ مشن کے آغاز سے لیکر کسی ایک سال کے دوران اتنا اضافہ نہیں ہُوا تھا۔ گیارہ بالغوں اور چار بچّوں کو بپتسمہ دیا گیا۔ بالغوں میں سے چھ کی پرورش بارہ پتھر کے یتیم خانوں میں ہُوئی تھی۔ ان میں سے دو مرد اور چار نوعمر لڑکیاں تھیں۔ مگر باقی پانچوں نو مرید تھے۔ ان میں

سے ایک سابقہ فوجی پٹھان تھا۔ اس کی عُمر ۳۵ برس تھی۔ دُوسرا شخص مِشن کا ملازم تھا۔ جِس کی عُمر ۲۷ برس تھی۔ اِس سال اکتوبر کے مہینے تک

ہنٹر میموریل چرچ

Scanned by CamScanner

ابنگ خود ہنٹر میموریل چرچ میں عبادت کرایا کرتے تھے اور کبھی کبھی محمد اسمٰعیل اُن کی مدد کرتے تھے۔ چرچ کے اندر ہفتہ وار دُعائیہ میٹنگ بھی ہُوا کرتی تھی۔ کلیسیا کے تین چوتھائی ارکان اس میں حاضر ہُوا کرتے تھے۔

گرمیوں کے موسم میں اسمٰعیل کی مخصُوصیت کی اجازت بھی مل گئی۔ چنانچہ ابنگ نے کلکتہ کی پریسبیٹری کے مُہتمم سے خط وکتابت شروع کردی۔ کلکتہ کی پریسبیٹری کا دائرہِ کار بہت وسیع تھا۔ خط وکتابت کا مقصد یہ تھا کہ کسی موزُوں جگہ میٹنگ کا انتظام کیا جائے جو سیالکوٹ سے زیادہ دُور بھی نہ ہو۔ آخر ۳ نومبر ۱۸۶۹ء کو جالندھر میں پریسبیٹری کا اجلاس ہُوا۔ اُس میں چرچ آف سکاٹ لینڈ کے تین پادری موجود تھے۔ پادری آر ہینڈرسن کلکتہ پریذیڈنسی کے سینئر چیپلین تھے۔ پادری جی۔ جی گلن ایک اور چیپلن تھے اور تیسرے پادری لینگ تھے۔ ان کے علاوہ جالندھر میں امریکن پریسبیٹرین چرچ کے ہندوستانی پادری گولک ناتھ چیٹرجی بھی موجُود تھے۔ یہ پادری بھی ہماری پریسبیٹری کے ساتھ متعلق تھا۔ ۱۸۳۹ء سے پہلے گولک ناتھ لے۔ پی مشن میں مناد تھے۔ وُہ پرانے منادّوں میں سے تھے۔ جالندھر کے پاسٹر کے طور پہ اُنہوں نے ۱۸۶۲ء میں پنجاب مشنری کانفرنس میں بھی شرکت کی تھی۔ پریسبیٹری کا اجلاس اُنہی کے گرجا میں ہُوا۔ انہوں نے اُمیدوار کا پُورا پُورا جائزہ لے کر اعلان کیا کہ اُمیدوار مخصُوصیت کے لائق ہے۔ اُسی روز مخصوصیت کی عبادت سرانجام دی گئی۔

جالندھر کی کلیسیا کیلئے یہ ایک عظیم موقع تھا۔ عبادت میں تقریباً ایک سو ہندوستانی افراد بھی موجُود تھے، جن میں زیادہ تر مسیحی تھے اُن میں ممتاز متلاشی سردار کنور ہرنام سنگھ بھی

موجود تھے۔ وہ کپورتھلہ کے راجہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ کوئی چار سال
بعد اُنہوں نے اسی گرجا میں بپتسمہ لیا۔ پوری
عبادت اُردو میں ہوئی۔ دونوں چیپلین گینوں، دعاؤں اور وعظ و نصیحت
سے بہت متاثر ہوئے۔ پادری گولک ناتھ کا وعظ پُرجوش اور پُر تاثیر
تھا۔ حاضرین نے خاص طور سے غور کیا کہ برہمن پس منظر رکھنے والا ایک
مسیحی سیّد پس منظر والے دوسرے مسیحی کو وعظ و نصیحت کر رہا ہے اور
دونوں مسیح میں ایک ہیں۔ مخصوصیت کی رسم پادری لینگ نے ادا کی۔
اور اُن کے پادری ہونے کا اعلان کیا۔ پادری گولک ناتھ اور دونوں
چیپلین ہاتھ رکھنے کی رسم میں شریک ہوئے۔

پادری محمد اسمٰعیل کا دل حیرانی اور شکرگزاری کے جذبات سے لبریز
تھا۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد اُنہوں نے اپنی مختصر سی سوانح عمری لکھی
وہ اس میں ذکر کرتے ہیں کہ

"میری پیاری کلیسیا! چرچ آف سکاٹ لینڈ کی
بڑی مہربانی ہے کہ اُنہوں نے مجھے، جو اُن کا ایک ادنیٰ سا
رُکن ہوں، اتنی عزّت بخشی ہے کہ پادری کے معزز عہدے
پر فائز کیا ہے۔ اس طرح میں مسیح کا ہمخدمت بن گیا ہوں میں
ان کا اس اعزاز اور دوسری مہربانیوں کا شکریہ ادا نہیں کر
سکتا۔"

چار دن بعد، ۷ نومبر ۱۸۶۹ء کو ہنٹر میموریل چرچ کے نئے پادری
نے وہاں عشائے ربّانی کی خاص عبادت کروائی۔ کلیسیا میں عشاء لینے
والوں کی تعداد ۵۵ تک پہنچ چکی تھی۔ ان میں سے ۴۵ افراد اس عبادت
میں حاضر تھے۔ بعد میں لینگ لکھتے ہیں کہ

"یہ بڑی خوشی کا موقع ہے کہ جس شخص نے بیچارے ہنٹر کا ساتھ دیا۔ اور جو اُن کے قتل سے ایک رات قبل اُن کی زمینی خدمت کی آخری کڑی تھا، آج وُہ اُن کی جگہ پاسٹر اور ہادی کے مقام پر کھڑا ہے۔"

اَب چونکہ اسمٰعیل چرچ آف سکاٹ لینڈ کے پادری تھے۔ اِس لئے انہیں مشنری کا پورا درجہ دیا گیا۔ اَب وُہ اور اُن کا خاندان بارہ پتھر کے ایک مشن ہاؤس میں رہائش پذیر ہو گئے۔ اگست ۱۸۷۰ء میں بندوبست کیا گیا کہ نوکروں کے چھ گھر، ایک بگھی خانہ اور اصطبل بھی تعمیر کیا جائے۔ اَب ان کی تنخواہ بڑھا کر ۱۷۰ روپیہ ماہوار کر دی گئی۔ لینگ کی تنخواہ ایک سو روپیہ زیادہ تھی۔ تاہم یہ کافی بڑی رقم تھی اور اُس زمانہ کے شرح تبادلہ کے لحاظ سے ۲۰۴ پونڈ سالانہ کے برابر تھی۔ اسمٰعیل کو کارسپانڈنگ بورڈ میں ووٹ دینے کے حق کے ساتھ مکمل رکنیت حاصل ہو گئی۔ اور وُہ شہر کے لڑکوں کے سکول کے مینیجنگ ہیڈ ماسٹر بھی تھے۔ دسمبر کے آخر میں لینگ نے اپنی سالانہ رپورٹ میں لکھا۔

"نومبر میں پادری محمد اسمٰعیل نے دیسی کلیسیا کی ذمہ داری سنبھالی۔ اور اَب تک ایک تعلیم یافتہ نوجوان کو بپتسمہ دینے کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ یہ نوجوان اِس سے پہلے کئی یورپی ہسپتالوں میں کمپاؤنڈر کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہے ہمیں یقین ہے کہ ہماری دیسی کلیسیا اِس وقت بے حد سنجیدہ دَور سے گزر رہی ہے۔ دیسی پادری خُدا کے رُوح اور قوّت سے معمُور ہے۔ ممبران کی تعداد کافی ہے۔ اور مُعاشرہ کے تمام

طبقوں پر ہمارا اثر صحت مندانہ ہے ۔ ان باتوں کی بنیاد پر ایک اچھے مستقبل کی پیشین گوئی کی جا سکتی ہے ۔ جیسے ہی سارے انتظام کو مجتمع کر لیا گیا اور ایلڈروں اور ڈیکنوں کی جماعت مقرر ہو گئی تو اُمید ہے کہ رُوحانی اور معاشرتی زندگی میں ہمارا اثر و نفوذ بہت بڑھ جائے گا ۔"

پادری محمد اسمٰعیل کے تقرر کے بعد انہیں مُبارک باد دینے جو اشخاص سب سے پہلے سیالکوٹ پہنچے ، ان میں اُن کا پرانا دوست رعید کا سکھ جاگیردار چرن سنگھ بھی شامل تھا ۔ اب چرن سنگھ نے مسیحیت کو قبول کر لینے کا پکا ارادہ کر لیا تھا ۔ کچھ عرصہ تعلیم پانے کے بعد اسمٰعیل نے اُسے ۲ فروری ۱۸۷۰ کو بپتسمہ دیا ۔ اب اُس نے اپنا نام مسیح چرن رکھ لیا ۔ وُہ رعید واپس گیا ۔ مگر اُس کی بیوی نے مسیحی ہونا قبول نہ کیا ۔ اُس کے خاندان اور رشتہ داروں کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ اُس کے لئے گھر میں قیام کرنا اور زمینوں پر قبضہ رکھنا ناممکن ہو گیا ، اِس لئے وُہ مارچ میں سیالکوٹ واپس آ گیا اور اپنے بیٹے نانک چند کو بھی ساتھ لے آیا ۔ اب نانک چند بھی بپتسمہ کا اُمیدوار تھا ۔ اسمٰعیل نے مسیح چرن کے لئے ملازمت بھی تلاش کر لی ۔ وُہ معمُولی سی تنخواہ پر بائبل سوسائٹی کے لئے کتابیں اور ٹریکٹ وغیرہ فروخت کرنے لگا ۔ صاف ظاہر تھا کہ نانک چند کو بپتسمہ دینے کے بعد اُسے کوئی ملازمت یا مشن کی طرف سے مالی امداد دینی پڑے گی ۔

جنوری اور اپریل ۱۸۷۰ء میں بھی بپتسموں کی تعداد بڑی حوصلہ افزا تھی ۔ ۱۶ مارچ کو پادری لینگ سیالکوٹ سے جنُوب مشرق میں کوئی دس

بارہ میل دُور ایک گاؤں بنام ٹوبیالہ گئے۔ وہاں منگل سنگھ اور دو اور افراد کو بپتسمہ دیا۔ ۲۰ مارچ کو اسمٰعیل نے ایک شادی شدہ جوڑے کو بپتسمہ دیا۔ ۳ اپریل کو لینگ نے سیالکوٹ میں ایک نومرید کو، اور ۷ اپریل کو وزیر آباد کے ایک آدمی کو بپتسمہ کے رجسٹر میں درج ہے کہ اسی سال اسمٰعیل نے دو اور افراد کو بھی بپتسمہ دیا۔ مگر ہم دیکھیں گے کہ یہ ریکارڈ نامکمل ہے۔ لینگ کو اطلاع ملی کہ پادری رابرٹ پیٹرسن کی جگہ ایک نیا مشنری تعینات کیا جا رہا ہے، اس لئے اُنہوں نے وطن چٹھی لکھی کہ سیالکوٹ کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے مراکز کا حلقہ قائم کرنے کا بہت امکان ہے۔

مگر لینگ کو یہ احساس بھی ہونے لگا تھا کہ مُشکلات اور مایوسیوں کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ مارچ ۱۸۶۹ء میں اُنہیں یہ جان کر بہت صدمہ ہُوا کہ یتیم خانے کا ایک مسیحی لڑکا چوری بھی کرتا رہا۔ وُہ سوچنے لگے کہ مشن کے پیسہ کو یتیم خانہ پر خرچ کرنا موزوں اور مناسب بھی ہے یا نہیں! اس کے علاوہ مولوی وارث مسیح کا واقعہ بھی پیش آیا۔ وارث مسیح ایک مُسلم نومرید تھا۔ وُہ مشن میں بطور منادّ ملازم تھا۔ اُس نے پادری لینگ سے بڑی بدتمیزی کی۔ لینگ اور اسمٰعیل متفق تھے کہ انتظامی اقدام کے طور پر اس کی تنخواہ کم کر دی جائے۔ لینگ تو اُسے عشائے ربّانی لینے والوں کی فہرست سے خارج کرنا چاہتے تھے مگر اسمٰعیل نے اِس کی مخالفت کی اور اصرار کیا کہ ہمیں صبر سے کام لینا اور اُسے بحال کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اِس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد وارث مسیح نے استعفٰی دے دیا۔ لیکن اِس علاقہ سے گیا نہیں۔ بلکہ وُہ مشن کی زمین

کے مزارعوں کے پاس گیا اور اُن میں گڑبڑ پھیلانے کی کوشش کرنے لگا۔ لینگ کا خیال تھا کہ ایمبیل اُس کا ضرورت سے زیادہ لحاظ کرتے رہے ہیں۔

اپریل ۱۸۷۰ء میں نیا مشنری سیالکوٹ پہنچا۔ اُن کا نام ڈاکٹر جان ہچیسن تھا۔ وُہ طبّی میدان میں مشنری تھے۔ اُنکی تعیناتی گجرات کے لئے کی گئی تھی۔ جہاں دَورے کرنا، منادی کرنا اور ڈسپنسریوں کا انتظام کرنا اُن کی ذمہ داریوں میں شامل تھا۔ پادری پیٹرسن کو وطن واپس گئے ایک سال سے اُوپر ہو چکا تھا۔ اور لینگ کو بڑی تمنا تھی کہ انہیں سکاٹ لینڈ کا کوئی ہم خدمت ملے جس کے ساتھ وُہ اپنے منصُوبے، مُشکلات اور فکر و تردّد کے بارے میں بات چیت کر سکیں۔ ڈاکٹر ہچیسن بہت پختہ نظریہ رکھتے تھے کہ مشن کے میدان میں کیا کام ہونا چاہیئے اور کیا نہیں ہونا چاہیئے۔ انہوں نے اپنے تاثرات لینگ کے سامنے رکھے۔ نئے مریدوں میں سے زیادہ تر مشن کے ملازم اور یتیم خانوں میں رہنے والے تھے۔ ہچیسن، مسٹر لینگ کے اِس خیال سے مُتفق تھا کہ اِن دنوں میں جتنے نومریدوں کو مشن میں ملازم رکھا گیا ہے یا یتیم خانہ میں داخل کیا گیا ہے اُن میں سے زیادہ تر ملازمت یا پیسے کے لئے مسیحی بنے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ مشن نے نومریدوں کا عشائے ربّانی میں شامل ہونا بہت آسان بنا رکھا ہے۔ نظم و ضبط زیادہ سخت ہونا چاہیئے۔ اور صرف اُنہی مسیحیوں کو خُداوند کی میز میں شریک ہونے کی اجازت دینا چاہیئے جنہوں نے اعلےٰ معیار کا مظاہرہ کیا۔

چھٹا باب

تنازعہ ۔ مئی تا دسمبر ۱۸۷۰ء

اپریل کے مہینے میں اسمٰعیل نے دو تین دفعہ مسیح چرن کے بیٹے نانک چند کے بارے میں لینگ سے تبادلۂ خیالات کیا ۔ اُنہیں یقین تھا کہ نانک چند باطنی طور سے مسیحی ایماندار ہے ۔ لیکن چونکہ اُس کا بپتسمہ نہیں ہُوا تھا ۔ اس لیئے قانون کی نظر میں سکھ ہی تھا ، اور اُس کا خاندان اُسے مجبور کر سکتا تھا کہ باپ کا ساتھ چھوڑ کر رعیہ واپس آجائے ۔ لینگ اُسے فوری طور سے بپتسمہ دینے کے خلاف تھے ۔ وُہ چاہتے تھے کہ ابھی مزید کچھ وقت کے لیئے اِسے پرکھا جائے ۔ انہیں یہ بھی احساس تھا کہ مشن پر ایک شخص کا بوجھ پڑ جائے گا ۔ وُہ مشن کا خزانچی ہوتے ہُوئے جانتے تھے کہ بجٹ ایک اور ملازم کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا ۔

مئی کا مہینہ شروع ہو گیا ۔ اسمٰعیل نے فیصلہ کیا کہ اور انتظار نہیں کرنا چاہیئے ۔ اب اُنہیں خود فیصلہ کرنا تھا کہ اتنے اور فوری توجہ طلب معاملہ میں کیا کریں ۔ چنانچہ اُنہوں نے لینگ سے مزید صلاح مشورہ کے بغیر نانک چند کو بپتسمہ دے دیا ۔ جب وُہ بپتسمہ کے رجسٹر میں اس کا نام درج کرانے لینگ کے پاس گئے تو لینگ غصّہ میں آپے سے باہر ہو گیا ۔

لینگ نے کہا " آپ کو کوئی حق نہ تھا کہ میری اجازت کے بغیر نانک

چند کو بپتسمہ دینے ۔ مَیں سیالکوٹ میں مشن کا انچارج ہُوں۔"

اسمٰعیل نے جواب دیا ۔" لیکن مجھے یہ حق حاصل ہے ۔ مَیں ہنٹر میموریل چرچ کا مخصوص شدہ پاسٹر ہُوں۔"

لینگ غصّہ سے بولا " میں یہ بات نہیں مانتا ۔ مَیں کسی ایسے بپتسمہ کو رجسٹر میں درج کرنے کو تیار نہیں جو میری اجازت کے بغیر دیا گیا ہو ۔ اس کے لئے میں آپ کو حکم دیتا ہُوں کہ آئندہ میری واضح اجازت کے بغیر کسی نومرید کو بپتسمہ نہ دینا ۔ اور جس طریقہ اور آسانی سے آپ نئے مریدوں کو پاک عشاء میں شامل کر لیتے ہو ، مجھے وُہ بھی پسند نہیں ۔ مَیں حکم دیتا ہُوں کہ نانک چند کو پاک عشاء نہ دینا اور یہ بھی حکم دیتا ہُوں کہ وارث مسیح کا نام عشائے ربّانی کی فہرست سے خارج کر دو۔"

اسمٰعیل ، لینگ کے آمرانہ روّیہ سے بہت پریشان اور ناراض ہُوئے ۔ اَب اُن کا " جوشیلا جذباتی عرب مزاج " بے قابو ہو گیا ۔ اُنہوں نے گرما گرم جواب دیا کہ " آپ مجھ پر اِس طرح حکم چلانے والے کون ہوتے ہو ؟ میں بھی آپ کی طرح چرچ آف سکاٹ لینڈ کا مشنری ہُوں ، مَیں آپ سے دس برس بڑا ہُوں ۔ اور کام کا بھی زیادہ تجربہ رکھتا ہُوں ۔ مَیں لوگوں کو بھی آپ سے کہیں بہتر سمجھتا ہُوں ۔ بطور پاسٹر یہ فیصلہ کرنا میرا حق ہے کہ کس کو بپتسمہ دیا جائے اور کس کو خُداوند کی میز پر شراکت کرنے کی اجازت دی جائے ۔"

لینگ نے محسُوس کیا کہ ایک ہندوستانی کا اِس طرح بولنا میرے لئے بہت بے عزّتی کا باعث ہے ۔ اِس کی آواز بھی بلند ہو گئی ۔ اور بڑی نفرت اور حقارت سے چیخ کر بولا " آپ کو میرے ساتھ اِس طرح بات

کرنے کا کوئی حق نہیں۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیئے کہ آپ جو کچھ ہو مشن کی وجہ سے ہو۔ مشن آپ کو تنخواہ دیتی ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ جو مشن کہے اُس پر عمل کرو۔ مَیں آپ کو حکم دیتا ہُوں کہ اس مُعاملہ میں میری بات مانو"

اسمٰعیل اگرچہ نرم پڑگئے مگر اُن کے ارادہ میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ اُنہوں نے سختی سے کہا " مجھے افسوس ہے مگر ان حالات میں مَیں کام نہیں کرسکتا۔ اور مجھے یقین ہے کہ جب مجھے مقرر کیا گیا تو فارن مشن کمیٹی کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ یہ ایک اصُولی مُعاملہ ہے۔ مَیں اس پر جھگڑا کرنا نہیں چاہتا اور نہ کسی طرح آپ کے خلاف کام کرنا چاہتا ہُوں۔ مگر جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہو جاتا مَیں نہ تو ہنٹر میموریل چرچ کے پاسٹر اور نہ شہر کے لڑکوں کے سکول کے مینیجر اور ہیڈ ماسٹر کے طور پر کام کروں گا"

مئی اور جُون میں اسمٰعیل اپنے فیصلہ پر ڈٹے رہے۔ سال کے ان دونوں مہینوں میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ لیننگ کو ساری ذمہ داریاں اکیلے ہی پُوری کرنی پڑیں لیننگ اور اسمٰعیل دونوں نے ڈاکٹر کریک کو چِٹھیاں لکھیں ڈاکٹر کریک فارن مشن کمیٹی میں پنجاب کی خط وکتابت کے ذمے دار تھے۔ دونوں نے اپنا اپنا نقطۂ نظر بیان کیا۔ لیننگ بھی اڑے ہُوئے تھے کہ ہار نہیں مانوں گا۔ وُہ مشن کے خزانچی بھی تھے۔ اُنہوں نے اسمٰعیل کی تنخواہ روک لی۔ اُنہیں خیال تھا کہ اس طرح اسمٰعیل اپنا روّیہ تبدیل کرکے کام کرنا شروع کر دیں گے۔ جُون کے آخر میں اُنہوں نے اسمٰعیل کو مشورہ دیا کہ مُعاملہ کارسپانڈنگ بورڈ کے سامنے پیش کیا جائے۔ اجلاس کے لئے ۱۳ جولائی کی تاریخ مقرّر ہُوئی۔ اسمٰعیل آمادہ ہو گئے کہ تب تک اپنے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔

بورڈ کے اجلاس میں پانچ ممبروں نے شرکت کی یعنی اسمٰعیل، لینگ، ڈاکٹر ہچیسن ڈپٹی کمشنر میجر جینکنز اور کیپٹن میک فارلین۔ لینگ اور اسمٰعیل

ڈاکٹر جان ہچیسن

کو موقع دیا گیا کہ تنازعہ یعنی پاک رسوم میں شرکت کی اجازت کے بارے میں اپنا اپنا نقطۂ نظر بیان کریں۔ اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ دونوں تحریری بیانات پیش کریں۔ اُن کی نقول سارے ممبران کو ارسال کی جائیں۔ ایک نقل مسٹر پرنسپ کو بھیجی جائے۔ جو ان دنوں جالندھر میں تھے۔ اُس کی نقول فارن مشن کمیٹی کو بھی بھیجی گئیں۔ لینگ نے ایک نیا نقطہ اور پیدا کر دیا کہ ہملٹن پریسبٹری نے ۱۸۶۷ء میں جب میری مخصوصیت کی نو

مجھے ہنٹر میموریل چرچ کا پاسبان بھی مقرر کیا تھا، اِس لئے اسمٰعیل کی حیثیت محض ایک مددگار کی ہے۔

جُون میں جب لینگ اور اسمٰعیل کی چٹھیاں سکاٹ لینڈ پہنچیں اُس وقت ڈاکٹر کریک بیمار تھے۔ اِس لئے لینگ کو جواب فارن مشن کمیٹی کے کنوینیئر جناب محترم پادری ڈاکٹر نارمن مکلود صاحب نے لکھا۔ اِن کو ابھی جنرل اسمبلی کے ماڈریٹر کے طور پر کام کرتے ایک سال پُورا ہُوا تھا۔ ڈاکٹر نارمن بہت دانا اور سمجھدار شخص تھے اور مشنری کام کے لئے بڑی ہمدردانہ رویّہ رکھتے تھے۔ اُنہوں نے ۱۸۶۷ء ہندوستان کا دَورہ کیا اور جگہ جگہ مشنری کام کا جائزہ بھی لیا تھا۔ اُنہوں نے لکھا کہ

"دیسی پادری اور یورپین مشنری کے درمیان ٹکراؤ کی بنیاد عام طور پر دونوں طرف کے ایک احساس پر ہوتی ہے۔ اِس میں باہمی برداشت اور لحاظ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کسی مقامی پاسبان کی مخصوصیت ہو جاتی ہے تو وُہ سمجھنے لگتا ہے۔ کہ گویا مجھے خود خُداوند کی طرف سے کچھ آزادانہ اختیار مل گئے ہیں۔ اور میں جس کو چاہوں کلیسیا میں داخل یا خارج کر سکتا ہوں۔ لہٰذا وُہ فطری طور پر یورپین افراد کی دخل اندازی کو ناپسند کرنے لگتا ہے۔ یہ ناپسندیدگی نسلوں کے اختلاف کے باعث گویا خُون میں رچی بسی ہوتی ہے۔

"دُوسری طرف یورپی شخص کو احساس اِس طرح ہوتا ہے کہ دیسی پاسٹر کا خرچ مقامی کلیسیا نہیں بلکہ میرے وطن کی کلیسیا برداشت کرتی ہے اور وُہی مشن کا مالی بوجھ بھی اُٹھاتی ہے

میں خود بھی مشن کا نمائندہ ہوں اور یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں۔ مجھے مشن نے مخصوص کیا اور لائسنس دے رکھا ہے اور میں اپنے ملازم رکھنے والوں کو ذاتی طور سے جانتا ہوں اور ہم نے دیسی لوگوں کی بھلائی کے لئے اتنی قربانیاں دی ہیں۔ غرض وُہ اسی طرح کی بہت سی باتیں سوچتا ہے۔ میری پوزیشن مقامی پاسٹر سے بالکل فرق ہے خصوصاً جب تک اُس کا انحصار مشن پر ہے۔ اسلئے یورپی شخص اختیار اور رعب داب کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ اور وُہ دیسی شخص کو اُن باتوں میں شریک کرنے پر تیار نہیں ہوتا۔ البتہ اگر دیسی کلیسیا اپنا مالی بوجھ خود اُٹھانے اور اپنا انتظام خود سنبھالنے اور چلانے کے لائق ہو تو صُورتِ حال مختلف ہو گی۔"

یہ ساری باتیں غالباً اُن دلائل اور تشریحات کا خلاصہ تھیں جو لینگ اور اسمٰعیل، نے اپنی چٹھیوں میں پیش کی تھیں۔ ڈاکٹر مکلود نے مزید لکھا کہ

"مگر ضرورت اِس بات کی ہے کہ ہم آہنگی کی راہ نکالی جائے۔ اِس کے لئے حلیمی، تحمل اور ایک دُوسرے کے احساسات کا لحاظ رکھنے کی رُوح کی ضرورت ہے۔"

"ہمیں آپ دونوں پر پُورا اعتماد ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ آپ دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ یعنی کلیسیا کی بہتری اور پاکیزگی اور مشن کی ترقی۔ اِس مقصد کے لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پادری اسمٰعیل کے لئے مندرجہ ذیل

انتظام کیا جائے۔

"جب تک وہ دیسی کلیسیا کے پاسٹر ہیں انہیں کلیسیائی معاملات میں پورا اختیار ہوگا۔ اس اثنا میں ممبروں کو بپتسمہ عشائے ربانی کے وسیلہ سے کلیسیا میں داخل کرنے کی اطلاع وہ ایک کمیٹی کو دیا کریں گے۔ جو اب پادری محمد اسمٰعیل اور ڈاکٹر ہچیسن پر مشتمل ہوگی۔ کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ اگر ممکن ہو تو دیسی ایلڈر صاحبان یا یورپی مسیحیوں کو کمیٹی کے ارکان کے طور پر شامل کریں۔ کلیسیائی نظم و ضبط بشمول ممبران کو داخل اور خارج کرنے کے اقدام کی ذمہ داری مسٹر اسمٰعیل کو ہوگی۔ اگر بطور پاسٹر اُن پر اعتماد کرنا ہے۔ تو ہم چاہتے ہیں کہ پورا پورا اعتماد کیا جائے۔"

"مشن کے باقی تمام شعبوں میں تمام مراکز پر اور منادوں پر آیکو (لینگ) اختیار اعلیٰ حاصل ہوگا۔ بے شک جس کو چاہو بپتسمہ دے سکتے ہو لیکن ایسے بپتسمہ یافتہ شخص کا پادری اسمٰعیل کی کلیسیا کا ممبر بننا اور عشائے ربانی میں شراکت میں اس کی شمولیت پادری اسمٰعیل کے اختیار میں ہوگی۔"

جب یہ چٹھی پہنچی تو لینگ نے ۲۹ اگست کو کارسپانڈنگ بورڈ کی ایک میٹنگ بلائی، چٹھی بورڈ کے سامنے پڑھی گئی اور لفظ بہ لفظ بورڈ کی کاروائی میں نقل کی گئی۔ لیکن لینگ نے بے اطمینانی کا اظہار کیا اور دوبارہ فارن مشن کمیٹی کو لکھا۔ اس اثنا میں بورڈ کی ماہ جولائی میں منعقدہ میٹنگ کے بعد جو چٹھیاں لکھی گئی تھیں، وہ بھی سکاٹ لینڈ پہنچ

پہ

گئیں۔ ڈاکٹر مکلود نے فارن مشن کمیٹی کے ساتھ لمبی چوڑی بحث کی۔ اور ۱۳ اکتوبر کو لینگ کے نام ایک اور چٹھی لکھی۔ ۱۹ دسمبر کی میٹنگ میں کارسپانڈنگ بورڈ نے فیصلہ لیا کہ اس چٹھی کو فیصلہ کن چٹھی سمجھنا چاہیئے۔ اس چٹھی کے شروع ہی میں "حسد، رشک اور نفرت" سے خبردار کیا گیا تھا۔ اس چٹھی میں حکمت عملی کے بارے میں بڑی دلچسپ باتیں درج تھیں۔

"کمیٹی یہ ضروری خیال نہیں کرتی کہ چرچ آف سکاٹ لینڈ کیطرف سے قائم کردہ کوئی بھی مقامی کلیسیا اس انداز سے اپنا انتظام چلائے یا نظم و ضبط کا طریقہ وضع کرے گویا اسے الٰہی اختیار حاصل ہے۔ بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ ایسے تمام انتظامات مسیحی مصلحت کی روح میں کئے جائیں۔ جسکا مقصد یہ ہے کہ تمام بدیوں کو متحد کرکے مسیحی انجمنوں یا کلیسیاؤں کے طور پر منظم کیا جائے۔ روح اور سچائی سے عبادت کی جائے۔ اور ایسا نظم و ضبط اور انتظام قائم کیا جائے کہ پورے بدن کے ساتھ ساتھ ہر شخص کی انفرادی ترقی اور بہتری ہو۔"

"ہم وہ دن دیکھنے کا آرزومند ہوں۔ جب دیسی کلیسیائیں اس لائق ہوں گی کہ سارے یورپین مشنری اُن کے انتظامات سے دست بردار ہو جائیں۔ ابھی وہ دن نہیں آیا۔ مگر ہمیں پوری تندہی سے کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ دن جلد آئے۔"

اس کے بعد ڈاکٹر مکلود نے مشنری اور دیسی پاسٹر کے مرتبہ

اور تجربہ کا موازنہ پیش کیا ہے۔

"مشنری اور دیسی پاسٹر دونوں میں یہ رُجحان نظر آتا ہے کہ ایک دُوسرے کو اصل سے کم تر سمجھتے ہیں۔ یہاں مسیحی فضل کے تیل کی ضرورت ہے، دیسی پاسٹر تو علم اور تجربہ میں ترقی کرنے کے ساتھ ساتھ شاید ساری عمر خدمت میں لگا رہے گا۔ مگر یورپی مشنری صرف خاص عرصہ تک ہی یہاں رہے گا۔ ممکن ہے کہ کوئی یورپی مشنری ہندوستان میں طویل عرصہ کے قیام کے بعد اتنی واقفیت حاصل کرلے کہ دیسی لوگوں پر حکومت کرنے کے لائق ہو جائے۔ مگر ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد اسکی جگہ آنے والا ابھی کم عمر اور ناتجربہ کار ہو اور اس کام کے لئے موزوں نہ ہو۔ حالانکہ محکمانہ طور پر اس کا عہدہ دیسی بھائی سے اونچا ہوگا۔ اور دیسی بھائی اس کے ماتحت ہوگا۔ جہاں کہیں ممکن ہو دیسی کلیسیا کا پاسٹر دیسی شخص ہی ہونا چاہیئے۔ یورپی مشنری مبشر اور عام نگران کی حیثیت میں کام کرے۔"

"کمیٹی کو یہ بھی یاد رکھنا پڑا کہ ایک مخصوص شدہ مشنری اور ہمارے یورپی نمائندہ کی حیثیت سے آپ کے کیا حقوق ہیں اور چونکہ دیسی لوگ اپنے مخصوص انداز میں پرکھتے ہیں، اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ آپ کے رُتبہ کا اس طرح تعیّن کیا جائے کہ وُہ کسی طرح بھی مسٹر اسمٰعیل کے عہدہ سے کم تر دکھائی نہ دے۔ کاش! کہ جو واحد سوال اُٹھ کھڑا ہُوا ہے۔

یعنی رسُوماتی ضابطوں کی پابندی کا جس سے ایسی ناخوشگوار غلط فہمیاں پیدا ہُوئی ہیں، آپ اس کا کوئی عملی حل تلاش کریں۔"

"یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مسٹر اسمٰعیل کو ہم طویل عرصہ سے جانتے ہیں۔ وُہ اچھی طرح سے جانچے پرکھے جاچکے ہیں۔ اس عرصہ میں کسی حلقہ سے بھی اُن کے کردار یا قابلیت کے خلاف کمیٹی کو کبھی چھوٹی سی شکایت بھی نہیں پہنچی۔ اور یہ متفقہ فیصلہ تھا کہ انہیں ہنٹر میموریل کلیسیا کا پاسبان ہونے کے لیئے مخصُوص کیا جائے۔ کمیٹی آپ کو یقین دلاتی ہے کہ ہم آپ کی بے حد عزّت اور قدر کرتے ہیں۔ تاہم اب بھی کمیٹی اس بات پر متفق ہے کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ہمیں کبھی یہ اطلاع نہیں دی گئی کہ پریسبٹری آف ہملٹن نے آپ کو اس مقصد کے لیئے مقرّر کیا تھا کہ آپ اِسی کلیسیا کے واحد پاسٹر ہوں۔ اور کہ جب پادری اسمٰعیل کو مخصوص کیا جائے تو صرف آپ کے نائب ہوں گے۔ کمیٹی نے اِس سلسلہ میں کوئی رائے نہیں دی کہ اگر ان کے علم میں ہوتا کہ آپ مشن کی بھلائی کے لیئے اِس عہدہ کے خواہشمند ہیں تو اُن کا فیصلہ کیا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ وُہ اِس بات پر متفق تھے کہ پادری اسمٰعیل کو نیک نیتی سے مخصُوص کیا جائے تاکہ وُہ اُس کلیسیا کے با اختیار پاسٹر ہوں۔ اَب اِس بات پر نظر ثانی کرنے کا وقت گُزر چکا ہے۔"

"مسٹر ایبنگ! آپ کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہیں بپتسمہ دیں۔ اور اسے عشائے ربانی میں شریک ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کریں۔ اس کے بعد وہ آپ کے دائرہ اختیار سے باہر ہوں گے اور پادری اسمٰعیل کے دائرہ اختیار میں ہونگے۔ اور وہ کلیسیائی انتظام اور نظم و ضبط کے لئے بورڈ کے منظور کردہ قوانین کے مطابق معاملات نمٹائیں گے۔"

محمد اسمٰعیل فارن مشن کمیٹی کے فیصلہ سے مطمئن تھے۔ کمیٹی نے مان لیا تھا کہ وہ اصولوں کے معاملہ میں راستی پر تھے۔ اور یہی بات اُن کے لئے اہم تھی۔ اُدھر بورڈ کی ماہ اگست کی میٹنگ کے بعد ایبنگ نے ایک چٹھی میں یہ واضح کر دیا تھا کہ اگر ڈاکٹر مکلود کی پہلی چٹھی کے فیصلہ پر عمل کرانے پر اصرار کیا گیا تو اُن کے لئے پادری اسمٰعیل کے ساتھ کام کرنا بے حد مشکل ہو گا۔ اس وجہ سے فارن مشن کمیٹی کے نئے کارسپانڈنگ ریورنڈ ڈانلڈ مکلود نے ۱۵ نومبر کو ایک چٹھی لکھی اور ایک تجویز کو انہوں نے "تمام متعلقہ افراد کے لئے خوشگوار" قرار دیا۔ تجویز یہ تھی کہ ڈاکٹر ہچیسن کا تبادلہ سیالکوٹ اور پادری محمد اسمٰعیل کا تبادلہ گجرات کر دیا جائے۔ کارسپانڈنگ بورڈ نے اس تجویز کو قبول کر لیا اور ہچیسن اور اسمٰعیل نے بھی اس پر عمل کرنے پر اتفاق کیا۔ چنانچہ ۲ جنوری ۱۸۷۱ء کو تبادلے ہو گئے۔ گجرات مشن کے علاقہ میں وزیرآباد کا علاقہ بھی شامل تھا۔ اسمٰعیل پورے علاقہ کے انچارج مقرر ہوئے۔ بورڈ نے عبوری مدت کے لئے مالی انتظامات کر دیئے اور اسمٰعیل کو ہدایت کی کہ فارن مشن کمیٹی کو بھیجنے کے لئے

بجٹ تیار کریں ۔

ہنٹر میموریل چرچ کے رائٹ ہی پلیٹ پر اس کے پاسٹروں کے نام اور وُہ تاریخیں کندہ ہیں جب اُنہوں نے خدمت کا کام شروع کیا۔ ٹیلر اور پیٹرسن کے بعد محمد اسمٰعیل کا نام اور ۱۸۶۹ء درج ہے۔ اس کے نیچے جیمز پی لینگ کا نام ہے اور تاریخ ۱۸۶۹ء ہی ہے۔

ساتواں باب

ڈاکٹر جان ہچیسن اور پادری جیمز لینگ

کے تحت سیالکوٹ کے حالات ۱۸۷۱ء تا ۱۸۷۳ء

پادری محمد اسمٰعیل کے گجرات تبادلہ کے بعد سیالکوٹ میں پادری جیمز لینگ اور ڈاکٹر جان ہچیسن کو کوئی روک ٹوک نہ رہی۔ ڈاکٹر ہچیسن طبی اور بشارتی دونوں میدانوں میں کام کرتے تھے۔ وُہ سیالکوٹ شہر میں ایک کلینک چلاتے تھے اور ہر سال تین مہینوں کے لئے سیالکوٹ کے گرد و نواح کے دیہاتوں کا دَورہ کرتے تھے۔ وُہ جگہ جگہ لوگوں کا علاج کرتے اور منادی کیا کرتے تھے۔

کلیسیا کی پاسبانی اور عام تعلیم لینگ کی ذمّہ داری تھی۔ وُہ سیالکوٹ چھاؤنی پریسبٹیرین افسروں اور جوانوں کی عبادت کرواتے تھے اور اسمٰعیل کے بعد ہنٹر میموریل چرچ کی پاسبانی کے فرائض بھی اُنہیں ہی ملے تھے۔ ہفتہ کے دوران اُن کا زیادہ تر وقت سکولوں کے انتظام اور وہاں پڑھانے میں گزرتا تھا۔ وُہ بہت مصرُوف رہتے تھے اور محنت سے نہیں گھبراتے تھے۔ مگر ۱۸۷۱ء کے آخر میں اُنہوں نے جو سالانہ رپورٹ

بھی اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن میں پہلا سا جوش و خروش باقی نہیں رہا تھا۔ وُہ حالات سے مایوس دکھائی دیتے تھے۔ ۱۸۶۸ء میں ہنٹر میموریل چرچ کے لئے اُن کے دِل میں جوش و جذبہ تھا مگر اب وُہ اس پر نکتہ چینی کرنے لگے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ گرجا گھر بہت بڑا ہے جب کہ اُس کو استعمال کرنے والے صرف چند مسیحی ہیں اور یہ کہ غلط جگہ پر تعمیر کیا گیا ہے۔ بہتر ہوتا کہ اسے شہر یا چھاؤنی میں تعمیر کیا جاتا۔ مئی ۱۸۷۰ء کے بعد سیالکوٹ کے رجسٹر میں نومریدوں کے صرف دو بپتسموں کا اندراج ہے اور یہ دونوں اسمٰعیل نے کئے تھے۔ ۷۲-۱۸۷۱ء میں کسی نومرید کے بپتسمہ کا اندراج نہیں ہے۔ لینگ اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

"رجسٹر میں سوائے بچوں کے اور کسی بپتسمہ کا اندراج نہیں ہُوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے سارے امیدواروں کو بتا دیا ہے کہ مسیح کے سادہ اقرار کے بعد ہم اُنہیں بپتسمہ دینے کو تیار ہیں۔ مگر انہیں کسی قسم کی مالی یا دیگر امداد نہیں ملے گی۔"

یہ بات بھی واضح ہے کہ لینگ ڈاکٹر ہچیسن کے اِس مشورہ پر عمل کر رہے تھے کہ عشائے ربّانی میں شریک کرنے کا معیار بلند کر دیا جائے۔

"گزشتہ سال کے دوران عشائے ربّانی کی سیکرامنٹ تین دفعہ ادا کی گئی ہے۔ حاضرین کی تعداد بالترتیب یہ تھی پہلی دفعہ ۴۹، دُوسری دفعہ ۴۲ اور تیسری دفعہ ۴۰۔ اِس بظاہر غیر تسلی بخش صورتِ حال کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے

لوگ اپنے مسیحی ایمان کو اپنی ذاتی اور جسمانی ضرورتیات پوری
کرنے کے لئے استعمال کر رہے تھے اور اب یہ سلسلہ بند کر
دیا گیا ہے۔"

مولوی وارث مسیح کو کلیسیائی فہرست سے خارج کر دیا گیا تھا۔
لینگ نے اس صورتِ حال کا بیان بڑی تلخی اور طنز کے ساتھ کیا ہے۔

"گزشتہ سال پر نظر ڈالیں تو دیسی کلیسیا کے لئے
شکرگزاری ادا کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ
اس کی تعداد بڑھی ہے بلکہ اس لئے کہ کم ہوئی ہے۔ اس
طرح ہم پاک ہو گئے ہیں۔"

جہاں تک لڑکوں کے یتیم خانہ کا تعلق ہے لینگ نے حالات سے
مایوسی کے بعد عملی قدم اٹھایا۔ انہوں نے یتیم خانہ بند کر دیا۔ اس میں
شک نہیں کہ انہوں نے ڈاکٹر بیچیس سے بھی مشورہ کیا ہوگا اور اجازت
حاصل کرنے کے لئے فارن مشن کمیٹی کو بھی لکھا ہوگا۔ لیکن کارسپانڈنگ
بورڈ کی کارروائی میں ایسے کسی فیصلہ کا اندراج نہیں ہے۔ صلاح و مشورہ یا
فیصلہ کے لئے بورڈ کا اجلاس بلایا نہیں گیا تھا۔ لینگ لکھتے ہیں کہ

" لڑکوں کا یتیم خانہ بند کر دیا گیا ہے۔ یہ محض ایک
"غریب خانہ" تھا، جہاں سست اور کاہل لڑکے بھرے
ہوئے تھے۔ اس ادارے کے کردار کو بدلتے اور اس
کو کسی مفید اور کارآمد سطح تک لانے میں اتنا خرچ ہو جاتا
کہ "خیراتی فنڈ" سے اتنی رقم خرچ کرنے کو ہم کبھی مناسب
اور منصفانہ عمل نہ سمجھتے۔"

Scanned by CamScanner

۱۸۷۱ء کے دوران بچوں کے دو بپتسمے قابل ذکر ہیں - اس سے پتہ چلتا ہے کہ لینگ دیسی کلیسیا کو کس نظر سے دیکھتے تھے - ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ لینگ کی پہلی بیٹی فرانسس اسی سال کے شروع میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئی تھی - مارچ میں اس کا بپتسمہ ہوا - بپتسمہ نہ تو اسمٰعیل سے کروایا گیا نہ کسی امریکن پریسبٹری مشنری سے بلکہ لینگ نے خود دیا - اسی موسم بہار میں اسمٰعیل کا دوسرا بیٹا پیدا ہوا - انہوں نے بیٹے کا نام یوسف رکھا - اپریل میں وہ خاندان سمیت سیالکوٹ گئے تا کہ لینگ سے اسے بپتسمہ دلوائیں -

ڈاکٹر نارمن مکلوڈ نے لکھا تھا کہ "یورپی مشنری تو خاص عرصہ تک ہی یہاں رہے گا -" لینگ کے معاملہ میں یہ الفاظ بالکل درست ثابت ہوئے - ۱۸۷۳ء میں ایک نیا مشنری سیالکوٹ آیا - اُن کا نام پادری ولیم پادری ہارپر تھا - اور مارچ ۱۸۷۴ء کے شروع میں لینگ سیالکوٹ سے بمبئی چلے گئے - جہاں انہیں جنرل اسمبلی کے ادارہ کا عبوری سربراہ مقرر کیا گیا - جنوری ۱۸۷۵ء میں وہ فوجی چیپلانسی سروس (CHA-PLAINCY) میں چلے گئے اور ان کا تقرر مدارس میں کیا گیا - ۱۸۷۸ء میں وہ خاندان سمیت سکاٹ لینڈ آ گئے - ۱۹۲۲ء میں ریٹائرمنٹ تک وہ سٹرلنگ میں ایسٹ چرچ کے خادم رہے - اُن کی جسمانی صحت اچھی اور ڈیل ڈول بہت مضبوط تھا - ۱۹۲۹ء میں فرانسس اور لینگ نے اپنی شادی کی ڈائمنڈ جوبلی یعنی ساٹھویں سالگرہ منائی - پھر انہوں نے ۹۳ سال کی عمر میں ۱۹۳۹ء میں ڈنکیلڈ میں وفات پائی -

اگرچہ ۱۸۷۳ء کے دوران سیالکوٹ میں دو نومریدوں کو بپتسمہ

پادری اور مسز لینگ اپنی شادی کی ساٹھویں[۶۰] سالگرہ کے
موقع پر

Scanned by CamScanner

دیا گیا۔ اور سال کے آخر میں جب لینگ نے سالانہ رپورٹ لکھی تو اُن کے حوصلے بلند تھے۔ لیکن ڈاکٹر ہچیسن سیالکوٹ اور اُس کے اردگرد کے علاقوں میں اپنے بشارتی کام سے مطمئن نہ تھے۔ پادری ولیم فرگوسن ریاست چمباہ میں کام کر رہے تھے۔ ڈاکٹر ہچیسن وہاں کے پُر جوش کام میں زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔ چنانچہ جب وہاں اسامی خالی ہُوئی تو اُن کی درخواست پر اُن کا تبادلہ چمباہ کر دیا گیا۔ وُہ ۱۸۷۴ء کے شروع میں سیالکوٹ سے چمباہ چلے گئے جہاں وُہ ۱۹۳۰ء تک وہاں بطور مشنری کام کرتے رہے۔ ڈاکٹر ہچیسن کا روّیہ بڑا سخت تھا۔ ایک ہم خدمت نوجوان مشنری جو ۱۹۲۹ء میں چمباہ گیا تھا، اُس نے بتایا کہ ڈاکٹر ہچیسن کے سخت روّیہ کے باعث کلیسیا میں سے بہت ہی کم لوگوں کو عشائے ربّانی میں شمولیت کی اجازت دی گئی۔

آٹھواں باب

ذاتی اور اُصولی تنازعے

۱۸۷۱ء تا ۱۸۷۳ء

۱۸۷۱ء میں پادری محمد اسمٰعیل گجرات پہنچے تو اُن کا پہلا کام یہ تھا کہ ڈاکٹر ہیچیسن سے چارج لیں اور فارن مشن کمیٹی کے سامنے پیش کرنے کے لئے بجٹ تیار کریں۔ وُہ بہت باقاعدگی سے کام کرنے والے شخص تھے۔ جلد ہی اُنہوں نے گجرات اور وزیرآباد میں کام کے معمُولات مقرر کر لئے۔ اُن کے ساتھ سیلی نے خواتین میں کام شرُوع کر دیا۔ جس کرایہ کے مکان میں پادری اسمٰعیل کا خاندان قیام پذیر تھا اُسے مشن نے ۱۸۷۶ء میں خرید لیا اور آج کل وُہ کرسچن بوائز ہائی سکُول کا حصّہ ہے۔ ۱۸۷۱ء کے دَوران سیالکوٹ کے مشنریوں نے گجرات میں اُن کے کام میں کوئی دخل نہ دیا۔ کیونکہ اَب اُن کا براہِ راست تعلق فارن مشن کمیٹی سے تھا۔ اَب وُہ کارسپانڈنگ بورڈ کے ممبر نہ تھے۔ وُہ سیالکوٹ سے اپنے تبادلہ پر مایُوس ہُوئے تھے مگر اُنہوں نے اپنے کام پر اِس کا کوئی اثر نہ پڑنے دیا۔ وُہ بڑی دیانتداری اور تندہی سے خدمت کرتے رہے۔

Scanned by CamScanner

چند جگھوں کا نقشہ جن کا ذکر اس بیان میں آتا ہے
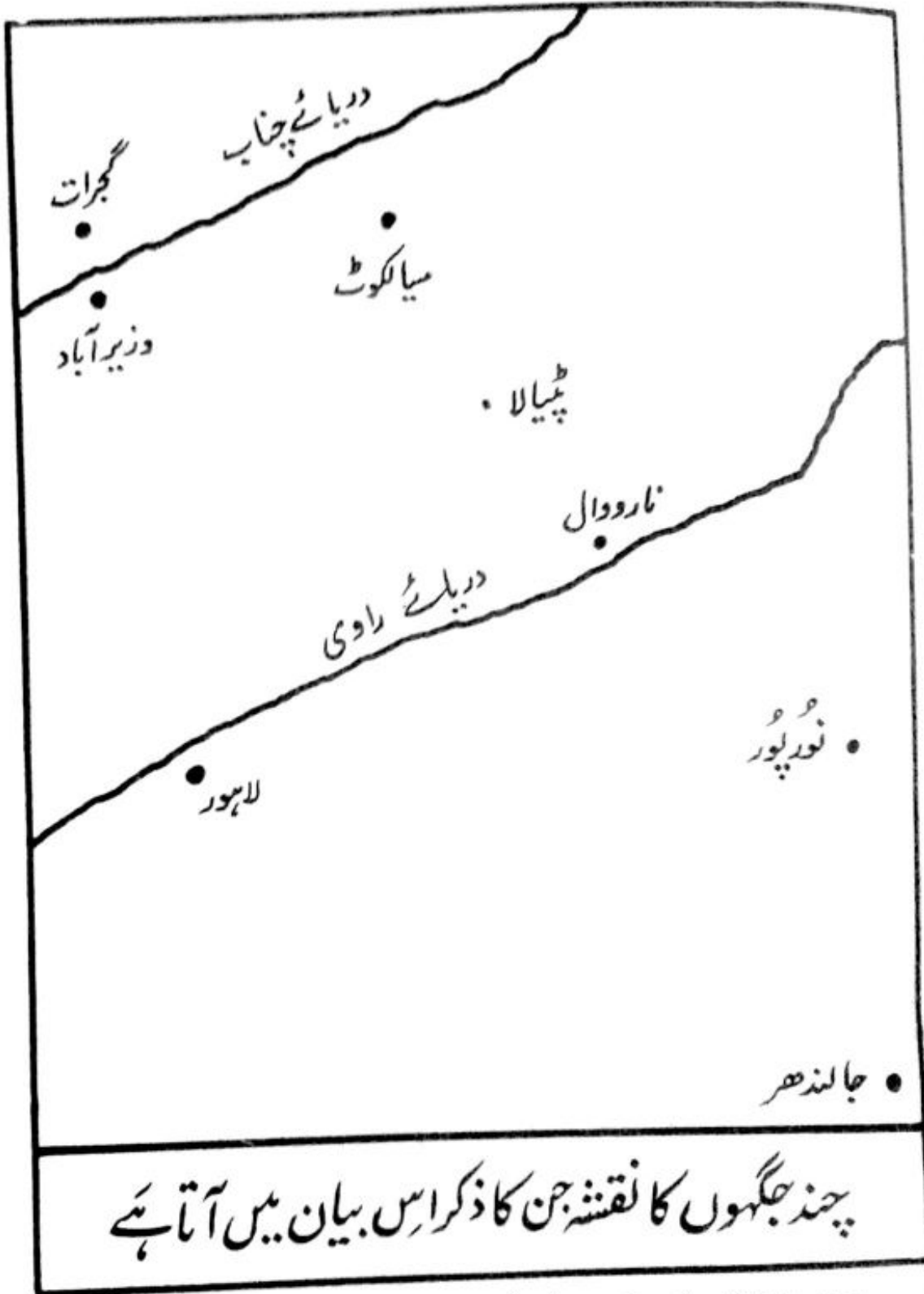
تاہم وُہ محسُوس کرتے تھے کہ ایک معاملہ ایسا ہے جس کا تصفیہ ہو جانا چاہیئے ۔ بپتسمہ اور عشائے ربّانی کے سلسلہ میں وُہ جس بات پر

اڑ گئے تھے، فارن مشن کمیٹی نے اس کی حمایت کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے مسٹر لینگ کی معرفت کارسپانڈنگ بورڈ کو لکھا۔ مسٹر لینگ بورڈ کے سیکرٹری تھے۔

"عرض ہے کہ میری عرضی کارسپانڈنگ بورڈ کی معرفت چرچ آف سکاٹ لینڈ مشنری فارن مشن کمیٹی کو ارسال کیجئے کہ میری مئی اور جون ۱۸۷۰ء کی تنخواہ ادا کی جائے۔ کیونکہ اس عرصہ میں سیالکوٹ مشن میں ہمارے باہمی تعلقات کے بارے میں اختلافات کی بناپر تنخواہ کی ادائیگی روک دی گئی تھی کیونکہ میں نے کمیٹی کے احکامات کے مطابق ہیڈ ماسٹر اور پاسٹر کے طور پر کام کرنا معطل کر دیا تھا۔"

بورڈ نے چٹھی تو آگے بھیج دی مگر ادائیگی کی سفارش نہ کی۔

"بورڈ کی رائے میں پادری اسمٰعیل نے جلد بازی اور غیر دانشمندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ جو کہ کسی حد تک غیر ضروری بھی تھا۔ اس کے اقدام سے ممکن تھا کہ مسٹر لینگ کو بڑی حد تک تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا اور درحقیقت انہیں کرنا بھی پڑا۔"

اس خیال آرائی کے باوجود فارن مشن کمیٹی نے کارسپانڈنگ بورڈ کو ہدایت کی کہ خیر سگالی کے جذبہ کے تحت تنخواہ ادا کردی جائے۔ یہ گویا دو رخی چال تھی۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ چونکہ اسمٰعیل نے کام نہیں کیا اس لئے اسے تنخواہ مانگنے کا کوئی حق نہیں مگر مسیحی محبت اور فیاضی کی بنا پر ادائیگی کردی جائے۔ بورڈ نے اپنی ۹ مارچ ۱۸۷۲ء کے

اجلاس کی کاروائی میں اس جواب کو درج کیا۔ مگر لینگ نے اپنا احتجاج بھی درج کیا اور کہا کہ فارن مشن کمیٹی نے بورڈ کی رائے کو رد کرنے کی کوئی وجہ بیان نہ کر کے بورڈ کی تحقیر کی ہے اور کہ وہ رقم پہلے ہی دوسرے مقاصد کے لئے خرچ ہو چکی ہے۔ اس کے باوجود اسمٰعیل کو ادائیگی کر دی گئی۔

اسمٰعیل کھلے دل سے پیسے خرچ نہیں کیا کرتے تھے مگر یہ رقم انہیں بڑے موزوں وقت پر ملی۔ گجرات کی ۱۸۷۲ء کے لئے گرانٹ نہیں پہنچی تھی۔ چنانچہ کام جاری رکھنے کے لئے انہیں اپنی گرہ سے ۹۲۹ روپیہ خرچ کرنے پڑتے تھے۔ مارچ ۱۸۷۳ء تک وہ ۸۹ روپیہ کے مقروض بھی ہو چکے تھے۔

۱۸۷۳ء کے اوائل میں ایک اور تنازعہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس میں ایک طرف تو ڈاکٹر ہیچیسن اور لینگ تھے اور دوسری طرف محمد اسمٰعیل۔ یہ جھگڑا مشنری پالیسی کے ایک سوال پر پیدا ہوا کہ کیا ایک مبشر کے لئے زیادہ تر وقت تعلیمی کام میں صرف کرنا درست ہے؟

پادری جان نیوٹن ایک سینئر امریکن پریسبٹرین مشنری تھے۔ انہوں نے ۱۸۶۲ء میں پنجاب مشنری کانفرنس میں اس بات پر زور دیا تھا اور عام رائے بھی یہی تھی کہ دیسی مبشر خاصے پڑھے لکھے، دینی امور میں تربیت یافتہ ہوں اور ان کو معقول تنخواہ دی جائے۔ غیر مسیحیوں میں منادی کرنا خصوصی مہارت کا کام ہے اس لئے مشنری اداروں کو اس کام پر خرچ کرنے کو تیار رہنا چاہیئے۔ لیکن اس کے برعکس کلیسیاؤں کے پاسبانوں کا سماجی مرتبہ وہی ہونا چاہیئے جو کلیسیا کے ممبران کا ہو۔ اُن

کا بائبل مُقدّس سے اچھی طرح واقف ہونا ہی کافی ہے۔ اُن کو زیادہ [illegible]
دینے کی ضرورت نہیں بلکہ بہتر ہوگا کہ ہر کلیسیا اپنے پاسٹر کی ضرورت [illegible]
پُوری کرے۔ محمد اسمٰعیل مبشّروں کی ذیل میں آتے تھے

۱۸۷۱ء میں سکاٹ لینڈ میں چرچ آف سکاٹ لینڈ کے مشنوں [illegible]
کے تعلیمی کام کی مقدار پر بڑی بے اطمینانی کا اظہار کیا گیا کہ مشنری [illegible]
میں غیر مذہبی مضامین پڑھانے میں زیادہ وقت صرف کرتے ہیں [illegible] اور
بشارتی دَوروں میں بہت کم۔ اِس کی کیا وجہ ہے؟ فارن مشن [illegible]
کے اجلاس میں اِس مُعاملہ پر مکمل بحث ہُوئی۔ اور مئی ۱۸۷۲ء کی [illegible]
رپورٹ جو جنرل اسمبلی کو پیش کی گئی اس میں اُنہوں نے مشن سکولوں [illegible]
کے بارے میں حکمتِ عملی وضع کر دی "ہمارا مقصد اعلےٰ درجہ کی تعلیم
مہیّا کرنا نہیں ہے۔ اور تجویز پیش کی جاتی ہے کہ فنڈز کا بیشتر حصہ
ان لوگوں کی خِدمات پر خرچ نہ کیا جائے جو اُن تعلیمی اداروں میں [illegible]
کرتے ہیں جو مشنری کام کے سِلسلہ میں قائم کئے گئے ہیں"۔ مخصوص [illegible]
مشنری سکولوں کے انچارج ہوں۔ وُہ عام نگرانی رکھیں مگر عام پڑھانے
کا کام نہ کریں"۔

یہ سالانہ رپورٹ ہچیسن اور ینگ کو جولائی میں موصُول ہُوئی۔ وُہ [illegible]
مشورہ کر کے اِس فیصلہ پر پہنچے کہ اِس کا اطلاق اِس کام پر کیا جائے [illegible]
اسمٰعیل گجرات اور وزیر آباد میں کر رہے ہیں۔ لیکن ایک معاملہ کا [illegible]
پہلے ہونا ضرُوری ہے کہ کیا کارسپانڈنگ بورڈ کو اسمٰعیل کے کام پر اختیار [illegible]
ہے؟ چنانچہ اُنہوں نے ۸ اگست کو بورڈ کا اجلاس بلایا، مگر [illegible]
مدعُو نہ کیا۔ بورڈ نے پہلے یہ بات پاس کی کہ پُوچھا جائے کہ کیا [illegible]

Scanned by CamScanner

گجرات مشن کے کام کی نگرانی کرنے کا اختیار رہے؟ انہوں نے یہ بھی فرض کر لیا کہ فارن مشن کمیٹی کا جواب یہی ہوگا کہ اختیار رہے۔ چنانچہ انہوں نے وزیرآباد کے بارے میں یہ تجویز بھی پیش کر دی:

"بورڈ یہ محسوس کرتا ہے کہ چونکہ دو بڑے سکول قائم ہیں یعنی ایک گجرات میں اور دوسرا وزیرآباد میں، اس لئے نگران مشنری (پادری محمد اسمٰعیل) کی حیثیت مُبشر کی بجائے غیر مذہبی اداروں کے نگران کی حیثیت رہ جاتی ہے۔ بورڈ کی رائے میں پاسٹر اور مُبشر اور مدرس کے عہدوں کو تسلّی بخش طور پر یکجا کرنا ممکن نہیں۔"

"بورڈ کمیٹی سے یہ درخواست کرتا ہے کہ اس امکان کا جائزہ لیا جائے کہ وزیرآباد سکول کو سیالکوٹ کے ماتحت کرنا مناسب ہوگا۔ کیونکہ یہ ضرورت ہمیشہ ہوگی کہ سیالکوٹ کا کوئی ایک مشنری بشارتی دَورہ کرنے کی بجائے سکولوں کی نگرانی کا کام کرے۔ اس طرح مسٹر اسمٰعیل کو آزادی ہوگی کہ وہ اپنا پورا وقت گجرات اور اس کے اردگرد کے دیہات میں منادی کرنے میں صرف کریں۔"

"بورڈ نے یہ رائے وزیرآباد کے جغرافیائی محل وقوع کو مدّنظر رکھتے ہوئے پیش کی ہے۔ قدرتی طور سے وزیرآباد سیالکوٹ کا حصّہ ہے نہ کہ گجرات کا۔ اگرچہ گجرات سے اس کا فاصلہ صرف گیارہ میل ہے۔ مگر دریائے چناب دونوں کے درمیان سے گزرتا ہے۔ سال کے پانچ مہینوں میں دریا کو عبور کرنے

ہیں اکثر چھ گھنٹے لگتے ہیں جب کہ چار گھنٹے تو ہمیشہ ہی لگتے ہیں جب کہ سیالکوٹ سے وزیر آباد تک ۲۷ میل کا فاصلہ ہے، مگر یہاں ہر موسم میں سفر ہو سکتا ہے اور صرف سوا تین گھنٹے لگتے ہیں۔ اس کے علاوہ اٹھارہ ماہ کے اندر اندر وزیر آباد ریلوے اسٹیشن بن جائے گا۔ اب بھی وہ تار کا آخری اسٹیشن ہے۔ اور یہ قدرتی سی بات لگتی ہے کہ سیالکوٹ میں متعین مشنری اُس ریلوے جنکشن کے علاقہ کی بہتر نگرانی کر سکتے ہیں۔ جہاں اکثر وہ سفر بھی کیا کریں گے۔"

اس چھٹی کا جواب آنے میں کچھ دیر ہو گئی۔ ۲۲ مارچ ۱۸۷۳ کو بورڈ اس پر غور و خوض کرنے کیلئے فراہم ہُوا۔ فارن مشن کمیٹی نے اتفاق کیا تھا کہ بورڈ کو گجرات مشن کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار ہے۔ اس لئے پادری محمد اسمٰعیل کو بھی بطور ممبر مدعو کیا گیا۔ چنانچہ وہ بھی اس اجلاس میں حاضر تھے۔ ڈاکٹر ہچیسن اور ریننگ کے علاوہ کیپٹن میکفارلین اور دو سول افسر بھی موجود تھے۔ اُن کے نام مسٹر بروس اور مسٹر ٹرافورڈ ہیں۔

اگرچہ کارسپانڈنگ بورڈ کو یہ اختیار مل گیا تھا کہ وزیر آباد کو سیالکوٹ مشن کے ماتحت کر دیں۔ مگر فارن مشن کمیٹی کے پنجاب کارسپانڈنٹ پادری ڈانلڈ مکلود اس کو دانشمند بات نہیں سمجھتے تھے۔

"سیالکوٹ کے نمائندوں پر کام کے بوجھ کا اکثر ذکر ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے اُن کو یقین ہے کہ ہم پر ایسے نئے بوجھ نہیں ڈالے جائیں گے جو ایک طرف تو اُن کی صحت

کو متاثر کریں اور دوسری طرف مشن کی کارکردگی بھی متاثر ہو"۔
تاہم لینگ نے تجویز پیش کی کہ یکم مئی ۱۸۷۳ء سے وزیر آباد کو اُن کے زیر نگرانی دے دیا جائے اور ہچینسن نے اُس کی تائید کی۔
مسٹر ٹرانورڈ نے تجویز کیا کہ وزیر آباد کی دیکھ بھال کے لئے پادری اسمٰعیل کا شکریہ ادا کیا جائے اور وضاحت کی جائے کہ یہ تبدیلی حکمت عملی کے باعث کی جا رہی ہے۔ اور اس سے اسمٰعیل کے کام پر نکتہ چینی ہرگز مقصود نہیں۔ اس سے اتفاق کیا گیا۔ مگر اسمٰعیل نے اس کے خلاف ووٹ دیا اور اپنا احتجاج درج کروایا۔
ایجنڈے پر اگلی بات ۱۸۷۳-۷۴ء کے بجٹ کے لئے امداد مانگنے کا مسئلہ تھا۔ اسمٰعیل نے گجرات سکول کے لئے اضافی امداد کی درخواست کی۔ لینگ نے فوراً تجویز کیا کہ گجرات سکول ۳۰ جون سے بند کر دیا جائے۔ اُس نے دو وجوہات پیش کیں۔

(۱) مجوزہ تخمینے میں ایک اوّل درجہ کے سکول کے لئے کافی انتظامات کا ذکر نہیں۔ چونکہ گورنمنٹ ضلع سکول بہت ترقی کر رہا ہے، اس لئے گجرات میں اور سکول قائم کرنیکی ضرورت نہیں۔

(۲) ایک دوسرے درجہ کا سکول چلانے کیلئے بھی ضروری ہو گا کہ مسٹر اسمٰعیل کو چند گھنٹے روزانہ پڑھانے کی اجازت دی جائے۔ اس طرح وہ اس شہر اور علاقے میں خالصتاً بشارتی کام نہیں کر سکیں گے۔ جب کہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنکی مخصوصیت کا مقصد یہ تھا کہ بشارت کا خصوصی اور امتیازی کام اُن کے

سُپرد کیا جائے ۔"

ڈاکٹر ہچیسن نے اس رائے کی تائید کی۔ فیصلہ کیا گیا کہ ممبران تحریری طور سے اپنی اپنی رائے پیش کریں اور وُہ فارن مشن کمیٹی کے سامنے پیش کی جائیں۔ سوائے اسمٰعیل کے سب نے اس بات سے اتفاق کیا۔
ڈاکٹر ہچیسن نے اپنی رائے کا اظہار بڑے سخت الفاظ میں کیا۔ وُہ گول مول بات کرنیکے عادی نہ تھے۔

"میری رائے میں گجرات کا سکول غیر ضروری اور بیکار ہے اس پر خرچہ کرنا روپیہ کے ضیاع کے سوا کچھ نہیں۔ یہ دیسی کلیسیا اور ہندوستان میں مسیحیت کے خلاف گناہ ہے کہ ایک ایسے شخص کو ملازم رکھا جائے جسے تنخواہ تو مشن سے دی جائے مگر اُسے خالصتاً غیر مذہبی کام پر لگا دیا جائے۔ جب کہ وُہ دیسی کلیسیا کی خدمت کرنے کے لئے بالکل موزوں بھی ہے اور اسی کام کیلئے اس کی مخصوصیت بھی کی گئی تھی۔"

اس دوسری تجویز کا پاس ہو جانا اسمٰعیل کی برداشت سے باہر تھا۔ اُنہوں نے تحریری طور سے درخواست کی کہ میرا استعفیٰ فارن مشن کے سامنے پیش کیا جائے۔ "یہ استعفیٰ" چند ایسے مُعاملات کی وجہ سے ہے جو میرے مذہبی احساسات کے خلاف ہیں۔"

جہاں تک وزیرآباد کا تعلق ہے، فیصلہ ہُو چکا تھا مگر اسمٰعیل نے اسے قبول کرنے میں تاخیر سے کام لیا۔ انہیں اُمید تھی کہ فارن مشن کمیٹی اس فیصلہ کو منسوخ کر دے گی۔ اس لئے یکم مئی کو چارج نہ دیا۔ بلکہ لینگٹ کو خط لکھا کہ:

جناب!

"میں اب بھی اس بات کی پُرزور مخالفت کرتا ہوں کہ وزیرآباد کا علاقہ آپ کی سپُردداری میں دیا جائے۔ موجودہ انتظامات کے تحت اس تبدیلی کی کوئی جائز وجہ موجود نہیں۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ انڈیا مشن کمیٹی اس تبدیلی کو منظور نہیں کرے گی۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس سے پیشتر کہ آپ انتہائی قدم اٹھا کر مجھے مجبور کریں کہ اس علاقہ کا چارج آپ کو دے دوں۔ آپ اُن کے فیصلہ کا انتظار کریں۔

"اس مُعاملہ میں جھگڑا کرنا مسیحی مفادات کے خلاف ہو گا حتمی فیصلہ ہونے سے پہلے اگر آپ مجھ سے اس علاقہ کا چارج لینے پر اصرار کرتے ہیں تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ وزیرآباد سکول کے رجسٹروں اور کتابوں کا مُعائنہ کریں تو آپ کو اس ادارے کی حالیہ آمدن اور خرچ کی مکمل اور دُرست تفصیل مِل جائے گی۔ میری طرف سے صرف ایک بات کی وضاحت ضروری ہے جس کا تعلق انڈیا مشن کی طرف سے ملنے والی اضافی گرانٹ سے ہے۔ یہ رقم اس مشن کو گزشتہ یکم اپریل سے واجب الادا ہے۔ اور میں معمول کے مُطابق یہ رقم وصُول کروں گا۔

آپ کا فرمانبردار

محمد اسمٰعیل

مشنری

لینگ نے کارسپانڈنگ بورڈ کے سیالکوٹ کے ممبران کا اجلاس بلایا۔ یہ اجلاس ۹ جون کو ہوا۔ انہوں نے جو بات پاس کی، وہ بڑی ہتک آمیز تھی۔ انہوں نے یہ بات ریکارڈ پر رکھی کہ خط کا لہجہ افسوسناک ہے اور اسمٰعیل سے کہا کہ بلاتاخیر چارج دے دے۔ اگر نہ کرے تو مسٹر لینگ کو اختیار دیا کہ وہ اسمٰعیل کو بتائے بغیر حساب کتاب اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ بورڈ ان قرضہ جات کا ذمہ دار نہیں ہوگا جو اسمٰعیل یا اُن کے عملہ نے یکم مئی کے بعد لئے ہوں گے۔

جب اسمٰعیل کو اس کارروائی کی نقل ملی تو انہوں نے لینگ کو پیغام بھیجا کہ مَیں چارج دینے کو تیار ہوں۔ یہ کام یکم جولائی ۱۸۷۳ء کو کر دیا گیا۔

جہاں تک گجرات کا تعلق ہے۔ فارن مشن کمیٹی نے وہاں کا سکول بند کرنے سے اتفاق نہ کیا۔ چنانچہ اسمٰعیل نے اپنا استعفیٰ واپس لے لیا۔ اور مرتے دم تک گجرات میں بطور مشنری خدمات انجام دیتے رہے۔
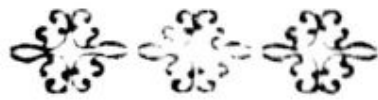
نواں باب

گجرات مشن ۔ ۱۸۷۱ء تا ۱۸۷۲ء

ہم نے دیکھا ہے کہ ۱۸۷۱ء اور ۱۸۷۲ء کے دوران پادری محمد اسمٰعیل گجرات مشن کے سربراہ تھے ۔ وُہ براہِ راست چرچ آف سکاٹ لینڈ فارن مشن کمیٹی کی انڈیا کمیٹی کو جواب دہ تھے ۔ وُہ اپنے کام کی سالانہ رپورٹیں اور بجٹ کے لئے امداد کی درخواستیں اُس کمیٹی کو بھیجتے تھے ۔ یہ رپورٹیں آج بھی موجُود ہیں ۔ وُہ بڑے عمُدہ اور منظم انداز میں لکھی ہُوئی ہیں اور ظاہر کرتی ہیں کہ یہ ایک پختہ کار اور سمجھدار مسیحی کارندہ نے لکھی ہیں ۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسمٰعیل اپنی ذمہ داریوں کو پوری سنجیدگی سے نبھاتے تھے ۔ وُہ اپنے کام کو اِس طرح ترتیب دیتے تھے کہ تبلیغی کام کے لیئے میسّر آنے والے ہر موقع سے بھرپُور فائدہ اٹھایا جا سکے ۔ رپورٹیں بالکل دیانتدارانہ اور واقعاتی ہیں ۔ ان میں مشکلات اور ناکامیوں کو چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی ۔ دو سالوں کے دوران صرف ایک نومُرید کو بپتسمہ دیا گیا ۔ لیکن اسمٰعیل بڑی سنجیدگی اور اعتماد کے ساتھ اُمید کرتے ہیں کہ خُدا اپنے پاک رُوح کی مدد سے موزوں وقت پر فضل عطا کرے گا ۔ ان رپورٹوں سے ہم محمد اسمٰعیل کی شخصیت کے بہت نزدیک پہنچ جاتے ہیں اور ان کی رُوح اور خیالات کو سمجھ سکتے

ہیں ۔ اُن کی کسی اور تحریر سے ایسا ممکن نہیں ۔ اگرچہ اسمٰعیل کے لینک کے ساتھ تعلقات عنقریب ختم ہو گئے تھے ۔ تاہم وُہ محسوس کرتے تھے کہ میں اپنے کام کے بارے میں بڑی وضاحت اور اعتماد کے ساتھ پنجاب کارسپانڈنٹ پادری ڈانلڈ مکلود کو لکھ سکتا ہُوں ۔ اس باب میں اسمٰعیل اپنے بارے میں خود بات کریں گے ۔

۱۔ مقامی کلیسیا

گجرات کی مقامی کلیسیا کی تعداد ۱۶ سے ۲۰ ہُوا کرتی تھی ۔ ممبران مشن کے ملازمین ، ان کی خواتین ، رشتہ دار اور چند دُوسرے افراد پر مشتمل تھے ۔ اسمٰعیل اتوار کی صبح کو اردو میں عبادت کرایا کرتے تھے ۔

"مسیحیوں کی عام تعلیم اور نصیحت کی خاطر سبت کی عبادت میرے اپنے گھر پر کی جاتی ہے ۔ جس میں زیادہ تر مشن کے کارندے شامل ہوتے ہیں ۔ کبھی کبھی چند یورپی اور مقامی باشندے بھی آتے ہیں ۔ سال ۱۸۷۱ء کے خاتمہ کے قریب عشائے ربانی بھی منائی گئی ۔ عشاء لینے والوں کی تعداد سولہ (۱۶) تھی ۔ یہ سارے دیسی مسیحی تھے ۔ یہ تعداد اگرچہ تھوڑی ہے مگر حوصلہ افزا بھی ہے ۔ سبت کی عبادتوں کا اثر ظاہر ہونا شروع ہو چکا ہے ۔ نہ صرف یہ کہ مسیح کے جلالی طور سے جی اُٹھنے کی یاد مضبوط ہُوئی ہے ۔ بلکہ انفرادی طور سے ہر ممبر کی رُوحانی ترقی بھی ہُوئی ہے اور پوری کلیسیا کے برادرانہ اتحاد میں اضافہ ہُوا ہے ۔"

کلیسیائی نظم وضبط کے سلسلہ میں بھی اسمٰعیل کا تجربہ بہت دلچسپ ہے۔

"بپتسمہ کے ذریعہ داخلہ اور کلیسیا سے اخراج تمام اراکین کی رائے سے عمل میں لایا جاتا ہے۔ یہ طریقۂ کار بالآخر اپنا نظم ونسق خود سنبھالنے کے اصُول کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ کلیسیا کو مضبُوط اور کامل کرنے کیلئے یہ عمل ضرُوری ہے اور ہر ممبر میں انفرادی طور پر ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے۔ اِس میں جتنی ترقی ہو گی کلیسیا اتنی ہی مضبُوط ہو گی۔ اس سے خود انکاری، جذبہ ایثار اور مسیحی محبّت اور خیرخواہی کی تربّیت ہوتی ہے، اور یہ نجات دہندہ پر زندہ ایمان کی خصُوصیات ہیں۔ اچھّے اثرات نظر آنا شرُوع ہو گئے ہیں۔ اراکین کے درمیان برادرانہ تعلقات بڑھ رہے ہیں۔ اور اپنے غیر مسیحی ہم وطنوں کے لئے محبّت اور عاقبت خیرخواہی کے جذبات پروان چڑھ رہے ہیں"۔

انگریزی کی عبادت ڈپٹی کمشنر مسٹر پرکنز کرایا کرتے تھے وُہ مشن کے خیرخواہ اور اچھّے دوست تھے۔ ہوسکتا ہے۔ اسمٰعیل اُن اینگلیکن عبادتوں میں شامل ہوتے ہوں مگر انہوں نے اس بات کا ذکر نہیں کیا۔

۲۔ مشن سکُول

اسمٰعیل سکولوں کو بشارت کا اچھا ذریعہ سمجھتے تھے۔ مگر رپورٹوں میں اس بات پر زور دیا کرتے تھے کہ مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ

اعلیٰ معیار کی غیر مذہبی تعلیم دینا بھی بہت ضروری ہے۔ اسمٰعیل گجرات بوائز سکول کے مینیجر اور ایکٹنگ ہیڈ ماسٹر تھے۔ وُہ سکول میں روزانہ پانچ چھ گھنٹے گزارتے تھے۔ ان میں سے صرف ایک گھنٹہ مذہبی تعلیم کو دیا جاتا تھا۔ اب نانک چند کا تقرّر بطور مناد ہو چکا تھا۔ اور وہ ہمہ وقتی بنیادوں پر سکول میں مذہبی تعلیم دینے پر متعیّن تھا۔ یہ دونوں مل کر سوائے ابتدائی جماعتوں کے روزانہ ساری جماعتوں کو پڑھایا کرتے تھے۔

"غیر مسیحی لڑکوں کی تعلیم کے لئے اس علاقہ میں قائم ہمارا یہ سکول بہت اہم ہے۔ یہ استادوں اور طلباء میں خالص مسیحی اثر پیدا کرنے کا بڑا ذریعہ ہے اور یہ بڑی خوبی سے اس مقصد کو پورا کر رہا ہے۔ تقریباً تمام استادوں اور بیشتر بڑی جماعتوں کے طلباء میں یہ احساس جاگ اٹھا ہے کہ مسیحیت ان کے اپنے اپنے مذہب سے اعلیٰ ہے۔ کاش یہ احساس بڑھ کر اس اخلاقی قائلیت تک پہنچ جائے کہ ہمیں نجات دہندہ مسیح کی اشد ضرورت ہے۔"

"مَیں نے ذاتی تجربہ سے سیکھا ہے کہ صرف ذہنی قائلیت کافی نہیں ہے۔ کیونکہ مسیح کا اعلانیہ اقرار کرنے کیلئے ایثار اور قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ جذبہ ذہنی قابلیت سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ کسی ٹھوس اور حقیقی چیز کی ضرورت ہوتی ہے اور وُہ ہے پاک رُوح کی تاثیر جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسکے بغیر مسیح کا اقرار محض ایک ڈھونگ ہے، بلکہ اسے تبدیلی کہنا ہی غلط ہے، اس لئے آیئے! ہم خُداوند کا انتظار کریں۔ اُس کے حضور میں ٹھہریں

اور یقین رکھیں کہ وُہ اپنے وقت پر سکول میں ہماری محنت اور مشقت کا پھل دے گا۔ وُہ استادوں اور طلباء کے دلوں میں رُوح القدس انڈیل دے گا اور ہمیں حقیقی کامیابی ہو گی۔"

اسمٰعیل وزیر آباد کے سکول کا مینیجر تھے۔ مگر وہاں پڑھاتے نہیں تھے۔ یہ نسبتاً پرانا سکول تھا۔ اور یہاں تعلیم کا معیار کافی حوصلہ افزا تھا۔ ۱۸۷۲ء میں مڈل کے امتحان میں چار لڑکے پاس ہوئے۔ سکول کو گجرات کے سکول سے زیادہ سرکاری گرانٹ ملتی تھی اور ۱۸۷۲ء میں یہ گرانٹ مزید بڑھا دی گئی۔ وزیر آباد کا منّاد بابو قطب الدین یہاں مذہبی تعلیم دیا کرتا تھا۔ اسمٰعیل کے معائنہ سے معلوم ہو گیا کہ اُس کا معیار بہت اچھا تھا۔

۳۔ بشارتی کام

اسمٰعیل اور اُن کے کارندوں کو سکول کے علاوہ بشارت کے اور مواقع بھی میسّر تھے۔ انہوں نے ان کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ اسمٰعیل نے بشارت کے پانچ اور طریقوں کا ذکر کیا ہے جن پر عمل کیا جاتا تھا۔

وزیر آباد اور گجرات میں بازاری منادی دونوں منّاد باقاعدگی سے بازاری منادی کرتے تھے۔ نظام الدین گجرات میں اور قطب الدین وزیر آباد میں۔ جب کبھی اسمٰعیل کو موقع ملتا وُہ خود بھی اِس کام میں حِصّہ لیتے تھے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ وزیر آباد میں غیر مسیحی بھی بابو قطب الدین کی بہت عزّت کرتے ہیں۔

"عوامی منادی کو وقت اور توجہ دینا بہت ضروری ہے لیکن

مجھے افسوس ہے کہ سکول میں کل وقتی مصروفیت کے باعث میں اس کام میں پوری طرح شمولیت نہیں کر سکتا۔ لیکن مجھے بڑی خوشی ہے کہ دونوں مناد یعنی نظام الدین اور نانک چند میری بے حد مدد کرتے ہیں کیونکہ وہ اس خدمت کو روزانہ ڈیوٹی کے طور پر انجام دیتے ہیں۔ اوّل الذکر کے اخراجات پادری رابرٹ، پیٹرسن ادا کرتے ہیں۔ وہ اسی قصبہ کا رہنے والا ہے اور یہاں کی مشن کے ساتھ کام کرنے کے دوران پیٹرسن نے اُسے بپتسمہ دیا تھا۔ دُوسرا ابھی اٹھارہ سالہ لڑکا ہے۔ اُسے میں نے دیسی کلیسیا کے پاسبان کی حیثیت سے سیالکوٹ میں بپتسمہ دیا تھا۔"

گشتی کُتب فروشی

اسمٰعیل کا پرانا دوست مسیح چرن گجرات مشن کے علاقہ میں کام کرتا تھا۔ وہ جگہ جگہ گھوم پھر کر بائبل سوسائٹی کے لئے پاک کلام کے حصّے فروخت کیا کرتا تھا۔ بِکری کچھ زیادہ نہیں ہوتی تھی کیونکہ پڑھے لکھے لوگ بہت کم تھے۔ خاص کر دیہات میں تو بہت ہی تھوڑے تھے۔

بشارتی دورے

۱۸۷۲ء میں بڑے دِن کی چھٹیوں کے دَوران اسمٰعیل اور اُن کے ساتھی کارندوں نے ایک بڑا بشارتی دَورہ کرتے ہوئے بیس گاؤں میں منادی کی۔ اسمٰعیل نے دیکھا کہ دیہاتی لوگ اگرچہ جاہل اور بے علم ہیں مگر پاک کلام بڑے دھیان اور توجہ

سے سنتے ہیں۔

"جب سے میرا اس مرکز سے تعلق قائم ہُوا ہے یہ پہلا موقع ہے کہ میں اس علاقہ کے تقریباً بیس گاؤں کا دورہ کر سکا ہُوں۔ میری رائے میں دیہاتی لوگ نجات کے پیغام کو بڑے دھیان، خلوص اور توّجہ سے سنتے ہیں۔ اگر ہم ان لوگوں میں باقاعدگی سے خدمت کریں تو خُدا کے فضل سے ہماری محنت کا پھل ملے گا اور ان میں درست اور کامیاب مسیحی ایمان پیدا ہو گا۔ ان میں خامی صرف یہ ہے کہ وُہ بالکل جاہل اور ناواقف ہیں، یہاں تک کہ اپنے مذہب کی معمُولی باتوں سے بھی کورے ہیں جب ہم ان کو دعوت دیتے ہیں کہ مسیحیت کی خوبیوں کا مقابلہ اپنے مذہب کے ساتھ کریں۔ تو بار بار یہی عذر پیش کیا جاتا ہے۔ میں اُن کی سچائی اور دیانتداری سے بہت متاثر ہوتا ہُوں، مگر بہت دُکھ ہوتا ہے کہ وُہ کچھ بھی نہیں جانتے۔ گاؤں کا ملا اور پنڈت بھی اپنے پیروکاروں سے کسی طرح بہتر نہیں۔"

مشن ہاؤس میں شخصی تبادلۂ خیالات

چند پڑھے لکھے مسلمان کبھی کبھی اسمٰعیل سے ملنے گجرات مشن ہاؤس میں آیا کرتے تھے۔ وُہ اُن ملاقاتوں کو گواہی دینے کا سنہری موقع سمجھا کرتے تھے۔

"ایسی ملاقاتیں اگرچہ کبھی کبھار ہی ہُوا کرتی تھیں

لیکن ان سے مقامی لوگوں کے ایک چھوٹے سے گروہ پر اثر انداز ہونے کا اچھا موقع ملا۔ اِس گروہ میں زیادہ تر عربی اور فارسی کے عُلما شامِل تھے۔ یہ بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ اِن ملاقاتوں کا مقصد شروع شروع میں تو صرف سماجی تعلقات بڑھانا تھا اور بعض اوقات اِن میں کچھ خود غرضی بھی پائی جاتی تھی۔ لیکن بلا واسطہ اُن کا رُخ مذہب کی طرف ہوگیا۔ حالانکہ ابتدا میں ملاقاتوں کا ایسا کوئی مقصد نہ تھا۔ میرا طریقۂ کار اور مقصد ہمیشہ یہی رہا ہے کہ سماجی اور معاشرتی باتوں کا رُخ خالصتاً مذہبی باتوں کی طرف موڑ دوں۔ گفتگو کے دوران اُٹھنے والے بعض نکات کو میں اِس مقصد کے لئے استعمال کرتا ہوں۔ یعنی دن کو مثال بنا کر اپنی بات شروع کر دیتا ہوں۔ یہ طریقہ بے حد کار آمد ثابت ہوا ہے۔ اِس طرح نہ صرف مذہب کی بعض اہم سچائیوں اور حقیقتوں کی غیر رسمی تشریح کرنے کا موقع مِل جاتا ہے بلکہ صاف دِلی سے ان کا نواز نہ بھی کیا جا سکتا تھا۔ میرے خیال میں اِس طرح انفرادی طور سے تعلیم دینا باقی تمام اُن طریقوں سے زیادہ مُوثر ثابت ہوتا ہے۔ جو مذہب کے پرچار کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ایک تو حاضرین کی تعداد بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ ان پر زیادہ بہتر اثر ہوتا ہے۔ دُوسرے اُن کے وسیلہ سے یہ اثر ان لوگوں تک بھی پہنچتا ہے۔ جو اُن کے قریبی حلقۂ اثر میں ہوتے ہیں۔"

مسلم خواتین کے درمیان کام: بیلی اسمٰعیل بڑی

اچھی پڑوسن تھیں وُہ بڑی چاہت اور خوشی سے مسلم خواتین کے گھروں میں جانے کو تیار رہتی تھیں۔ ایک گھر میں وُہ سبت کے روز دوپہر کے وقت عبادت شروع کرنے میں بھی کامیاب ہو گئیں۔

"مسز محمد اسمٰعیل کا ہمارے پڑوس کے زنان خانہ میں سبت کے روز منادی کرنا بہت حوصلہ مند بات ہے وُہ تقریباً ہر سبت کو دوپہر کے وقت ان سے خطاب کرتی ہیں۔ یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں خواتین آسانی کے ساتھ جمع ہو سکتی ہیں اور کسی کو اعتراض بھی نہیں ہوتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا ہے کہ اُنہوں نے پاک کلام سننے میں دلچسپی لینا شروع کر دی ہے۔ یہ کلام اُنہیں "نجات حاصل کرنے کے لئے دانائی بخش سکتا ہے" ۲ تیمتھیس ۳: ۱۵۔ اس گروہ میں صِرف مُسلمان عورتیں شامل ہیں کیونکہ ہمارے پڑوس میں کوئی ہندو نہیں ہے۔"

ایک سال کے بعد اسمٰعیل نے رپورٹ دی کہ دوستانہ تعلقات اور باہمی اعتماد میں اضافہ ہُوا ہے۔

"مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دوستانہ تعلقات اور زندگی کی ہر بات میں مسیحی ہمدردی کے عمل سے مسز محمد اسمٰعیل نے اپنی پڑوسنوں کے دل جیت لئے ہیں اور اُن کی محبت میں روز بہ روز اضافہ ہوتا جا رہا ہے، یہاں تک

کہ وُہ مسز اسمٰعیل پر اتنا ہی اعتماد کرنے لگی ہیں جتنا وُہ اپنے خاندان کی دُوسری عزیز ترین خواتین پر کر سکتی ہیں۔ اس طرح وُہ اپنے اڑوس پڑوس کی عورتوں کو انجیل کی نجات بخش سچائی کی کچھ نہ کچھ تعلیم دینے میں کامیاب ہو گئی ہے چنانچہ یہ اُمید رکھنا بے جا نہ ہوگا کہ مستقبل میں کسی اچھے مسیحی برتاؤ اور طور طریقوں کا اچھا نتیجہ ظاہر ہوگا"۔

اِن رپورٹوں نے ڈاکٹر ہرڈمن کو بہت متاثر کیا جو ڈاکٹر نارمن مکلود کی جگہ فارن مشن کمیٹی کے کینونیئر مقرر ہُوئے تھے۔

"پادری محمد اسمٰعیل سال بھر بڑی لگن اور جوش سے وسیع پیمانہ پر کام کرتے رہے ہیں۔ اَب ساری مشنری جدوجہد کا مقصد صرف یہ ہونا چاہیئے کہ دیسی کلیسیا کو ترقی دی جائے۔ اس مقصد کے لئے یہ بات بہت مفید اور دلچسپ ہو گی کہ پادری محمد اسمٰعیل اور اُن مسیحی بھائیوں کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے جن کو انہوں نے اپنے پاس جمع کر لیا ہے"۔
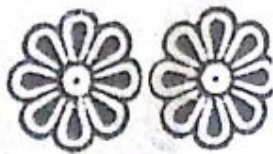
دسواں باب

"اِن کے ایمان کی پیروی کرو۔"

(عبرانیوں ۱۳: ۷)۔ ۱۸۷۳ء

ستمبر ۱۸۷۳ء کے اواخر میں پادری محمد اسمٰعیل کو معیادی بخار (ٹائیفائڈ) ہوگیا۔ گجرات کا سول سرجن ڈاکٹر کرنل بیماری میں اُن کی دیکھ بھال کرتا رہا (سال بھر کے بعد ڈاکٹر کرنل نے کارسپانڈنگ بورڈ کو اس علاج معالجہ کا ۱۹۱ روپیہ کا بل پیش کیا۔ بورڈ نے بڑے غصہ کا اظہار کیا اور ادائیگی سے انکار کردیا)۔ تین ہفتے بعد محمد اسمٰعیل اچانک فوت ہو گئے۔ سیالکوٹ میں اُن کے ہم خدمتوں کو اُن کی بیماری کی خبر بھی تجہیز و تکفین سے چند گھنٹے پہلے ہی ملی۔ وُہ جلدی جلدی انکے جنازے میں شریک ہونے کو پہنچے۔ اُنہیں گجرات کے سول قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اُن کے جنازے میں بہت سے لوگ شامل ہُوئے۔ اُن میں یورپین بھی تھے اور ہر طبقہ کے پنجابی بھی۔ ڈاکٹر ینگسن اپنی کتاب میں ۱۸۶۰ء میں اسمٰعیل کی گجرات میں آمد اور ۱۸۷۳ء میں اُنکی وفات کا مقابلہ کرتے ہیں:

"جب اُنہیں اُن کی آخری آرام گاہ کی طرف لے چلے تو مسیحیوں کی چھوٹی سی جماعت کے ساتھ ہندوؤں اور

مسلمانوں کی ایک بڑی بھیڑ بھی جنازے کے ساتھ تھی۔ سب ایک ایسی ہستی کا ماتم کر رہے تھے جس کو وہ اپنا ہمدرد اور وفادار دوست سمجھتے تھے۔ ۱۸۶۰ء میں وہ گجرات میں ایک مبلغ کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ وہ لگاتار روزے رکھتے اور دعائیں مانگتے رہتے تھے۔ کہ خدا کے کلام کی قدرت لوگوں کے دلوں سے مخالفانہ احساس اور خیال دور کر دے۔ اور جب انہیں دفنانے کو لے چلے تو پورا شہر روزے کے ساتھ ماتم کرتا ہوا اُن کے پیچھے چل رہا تھا۔"

یہاں تک کہ لینگ پر بھی بہت اثر ہوا۔ انہوں نے وطن چٹھی لکھی اور اسمٰعیل کے بشارتی کام کا ذکر کیا:

"اسمٰعیل نے مشن کے کئی منادوں کے ہمراہ بہت کام کیا ہے۔ وہ آس پاس کے دیہات میں منادی کرتے تھے اور شہر میں مسجدوں یا مندروں میں جمع ہونے والے لوگوں سے بات چیت شروع کر دیا کرتے تھے۔ اُن کے کام کا اثر اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مولوی اور پنڈت جو اُن کے مخالف تھے، سب اُن کی قبر پر جمع تھے۔"

جب لینگ نے گجرات مشن کا کام سنبھالا تو اس وقت بھی وہ بہت متاثر ہوا۔ اسمٰعیل نے اپنے پیچھے سارا کام "مکمل اور ترتیب" سے رکھا ہوا چھوڑا۔

پانچ دن بعد سیالکوٹ میں کارسپانڈنگ بورڈ کا اجلاس ہوا۔ انہوں نے تعزیت کی قرارداد پاس کی:

"بورڈ متفقہ طور پر مرحوم کے خاندان کیلئے ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ اور دلی طور سے اُن کی فلاح و بہبود کا خواہاں ہے وُہ غیر متوقع طور سے ہم سے بے لے گئے۔ ان کی اور ان کے خاندان کی خاطر بورڈ مسز اسمٰعیل اور اُن کے بچّوں کی ہر ممکن عملی مدد کی پیشکش کرتا ہے۔"

اُس وقت یعقوب کی عمر کوئی ۷ یا ۸ برس اور یُوسف کی اڑھائی برس تھی۔ سیلی اُمید سے تھی اُن کا تیسرا بیٹا، ۲ اپریل ۱۸۷۴ء کو پیدا ہُوا۔ اُس کا نام بینجامین رکھا گیا۔ خاوند کی وفات کے بعد سیلی سیالکوٹ آگئیں۔ انہیں جنوری ۱۸۷۴ء میں پچاس روپے ماہوار پر عورتوں میں خدمت کرنے کے لئے مقرر کیا گیا اور وُہ ۱۸۸۲ء کے شروع تک اِس جگہ کام کرتی رہیں۔

۲۲ دسمبر ۱۸۸۲ء کو سیلی نے دُوسری شادی کر لی۔ اُن کا نیا خاوند ایک کلرک تھا۔ اُس کا نام مارک دیویپ نارائن سنگھ تھا۔ وُہ بھی رنڈوا تھا۔ مسز مارک جس کو ہم خدمت مشنری سیلی ہی کے نام سے یاد کیا کرتے تھے انہوں نے سیالکوٹ شہر میں لڑکیوں کے سکول میں پڑھانا شروع کر دیا بلکہ اس کی ہیڈ مسٹریس ہو گئیں۔ مرحوم پادری ڈی لیزی سکاٹ نے لکھا ہے کہ "۱۸۹۳ء میں مسز مارک کی وفات کلیسیا کے لئے ایک بڑا نقصان ہے۔ اور مس پلمب دربارہ پتھر میں گرلز بورڈنگ سکول کی مشنری انچارج کے لئے خصُوصی رنج و غم کا باعث ہے۔ کیونکہ انہیں مسز مارک کے تجربہ اور جوش و جذبہ سے بہت مدد ملتی تھی۔"

پادری محمد اسمٰعیل کی قبر کے کتبے پر عبرانیوں ۱۳ : ۷ کے پرانے ترجمہ کے چند الفاظ لکھے ہوئے ہیں کہ "اُن کے ایمان کی پیروی کرو"۔ اچھا ہے کہ موجودہ ترجمہ کے مطابق اِس پوری آیت کے پیغام پر غور کیا جائے۔

"جو تمہارے پیشوا تھے۔ اور جنہوں نے تمہیں خدا کا کلام سنایا انہیں یاد رکھو اور اُن کی زندگی کے انجام پر غور کر کے اُن جیسے ایماندار ہو جاؤ۔"

ہمیں چاہیئے کہ اسمٰعیل جیسے لوگوں کو یاد رکھیں۔ اُن کے لئے خدا کا شکر ادا کریں اور اُن کے نمونہ سے مسیح کی بہتر طور سے خدمت کرنے کا عزم کریں۔

پادری جیمز ڈبلیو ہیگنس، اسمٰعیل کی وفات کے دو سال بعد مشنری ہو کر گجرات آئے۔ ابھی اُن کے کام کی یاد تازہ تھی۔ اُنہوں نے لکھا ہے:

"ہر مذہب کے لوگ اُن کی لیاقت کا اعتراف کرتے ہیں وُہ سب سے خلوص و محبّت سے پیش آتے تھے، جس کے باعث ہر ملنے والا اسمٰعیل کا دلدادہ بن جاتا۔ سکول کے مینیجر کے طور پر وُہ نہایت کامیاب تھے۔ اپنے غیر مسیحی ہم وطنوں کو انجیل کی بشارت دینے اور نصیحت کرنے میں ماہر اور مہربان تھے۔ پاسٹر کے طور پر وُہ امیر غریب سب سے مساوی سلوک کرنے میں جرأت مند تھے۔ توبہ کرنے والوں کے ساتھ نرم مزاج اور غلطی کرنے والوں کے ساتھ صبر و تحمّل سے پیش آتے تھے۔"

ایک اور مشنری بھی تھے جن کے ساتھ اسمٰعیل کے گہرے مراسم تھے۔ وہ ان کا ہم خدمت تھے اور میدان چھوڑنے کے بعد بھی اُن کا دوست ہے ان کا نام پادری رابرٹ پیٹرسن ہے۔ یہ دونوں خط و کتابت کرتے تھے اور پیٹرسن بابو نظام الدین کی تنخواہ کے لئے رقم بھیجا کرتے تھے۔ پیٹرسن نے اسمٰعیل کو جو خراج تحسین پیش کیا ہے، اِس میں اُن کی شخصیت کی واضح جھلک نظر آتی ہے۔ مناسب ہے کہ ہم اِسی کے الفاظ سے کتاب کا اختتام کریں۔

"محمد اسمٰعیل دیسی مسیحی کردار کا عمدہ نمونہ تھے۔ میری خوش قسمتی ہے کہ ہندوستان میں اُن سے ملاقات ہوئی۔ وہ سچے مسیحی ایمان میں امتیاز رکھتے تھے۔ یہ ایمان اُن کی بات چیت سے چھلکتا اور اُن کے خطوط میں زندہ نظر آتا ہے۔ اس میں مشرقی منافقت کا ایک ذرہ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اُن کے فیصلوں کی پختگی، سوچ کی آزادی اور کردار کی جرأت مندی انہیں اپنے خوشامدی اور نکھالی کے بینگن قسم کے بھائیوں سے ممتاز کرتی ہے جن میں سے بہت سے یورپین برادری کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے تھے۔"

"ہم اِس بات کی تعریف کئے نہیں رہ سکتے کہ وہ اُن کمزور اور بار بار غلطیاں کرنے والوں کی بحالی اور بہبودی کے لئے نہایت خود انکاری سے کام کرتے تھے۔ جن کو مشنری مشن کے انتظامات کے سلسلہ میں ملازمت سے

محرُوم کر دینے پر مجبُور ہوتے تھے"۔

"بے فکرے اور بے شعوُر ہجوم میں بشارتی کام کرنا اُن کا میدان نہیں تھا بلکہ وُہ شخصی سطح پر باشعور لوگوں سے سنجیدہ گفت گو کیا کرتے تھے۔ وُہ توجہ سے سننے والے گروہ کے سامنے انجیل کی سچائیوں کی وضاحت کرتے تھے۔ وُہ اپنے دیسی بھائیوں کے لئے ہدایت اور راہنمائی فراہم کرتے تھے۔ اور وُہ بڑی عزّت و احترام سے اُن سے [illegible] آتے تھے۔ وُہ ایک بڑے سکُول کے مینیجر تھے۔ [illegible] تمام میدانوں میں اُن کی خاص خوُبیاں نمایاں اور روشن نظر آتی ہیں"۔

"ہمارے مرحُوم بھائی نے تھوڑا عرصہ پہلے جو الفاظ قلمبند کئے، آج وُہ بہت مُؤثر دکھائی دیتے ہیں کہ کاش آپ اندازہ لگا سکیں کہ وُہ دن یاد کر کے کتنی خوُشی ہوتی ہے جو ہم اکٹھے رہتے اور مِل کر کام کیا کرتے تھے۔ اب تو تسلّی اور سچّا اطمینان صِرف اِس یقین میں ہے کہ ہم آسمان پر دوبارہ مِلیں گے۔ اور پھر کبھی جُدا نہیں ہوں گے"۔

oooooooooooooooooooooo

ختم شُد

Scanned by CamScanner